نامور سیرت نگار محمد بن یوسف الصالحی الشامی کے احوال و آثار۔ تحقیقی مقالہ

* حافظ محمد معاذ

نامور سیرت نگار، معروف محدث امام شامی کا اصل نام محمد بن یوسف بن علی بن یوسف، لقب شمس الدین اور کنیت ابو عبداللہ ہے اور آپ کی نسبت الصالحی، الدمشقی، الشامی، الشافعی، القادری، ثم المصری ہے۔

جرجی زیدان اور ''معجم المؤلفین'' کے مؤلف نے آپ کے نام و نسب کو اسی طرح ہی بیان کیا ہے۔

"محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الشامی ،الصالحی ،الدمشقی (۱)
(شمس الدین ابو عبداللہ) ......" (۲)

" ثم المصری الشافعی القادری ،یلقب بشمس الدین ،ویکنیٰ بابی عبداللہ" (۳)

❶ مقامِ ولادت

امام شامی دسویں صدی ہجری کے عظیم محدث، نامور مؤرخ اور جلیل القدر سیرت نگار ملک شام کے دارالخلافہ قدیم دمشق کی نواحی آبادی ''الصالحیة ''میں پیدا ہوئے۔

الزرکلی اور معجم المفسرین کے مؤلف کے الفاظ ہیں:

"ولد فی صالحیة دمشق "(۴) آپ صالحیہ دمشق میں پیدا ہوئے۔

---

* لیکچرار، گورنمنٹ فریدیہ پوسٹ گریجویٹ کالج، پاکپتن۔

یہ قصبہ دمشق کے قریب ایک بلند و بالا پہاڑ (قاسیون) کے دامن میں واقع ہے۔قدیم زمانہ میں اسے ''**ربة النخل ، قریۃالجبل**'' کے ناموں سے پکارا جاتا تھا۔یہ مقام جبل قاسیون کے مشہور اور بابرکت مقامات میں سے ہے۔اس پہاڑ کے دامن میں انبیاء کرام علیہم السلام اور بے شمار اولیاء عظام کی قبریں ہیں۔مرورِ زمانہ کی وجہ سے فقط سیدنا ذوالکفل علیہ السلام کی قبر موجود ہے۔اسی پہاڑ میں اصحاب کہف محو استراحت ہیں اور چالیس ابدالوں (صوفیا) کی عبادت گاہ بھی ہے جو اجابتِ دعا کی وجہ سے شہرت رکھتی ہے۔المنینی لکھتے ہیں:

" ومن المعالم المباركة المشهورة جبل قاسيون وهو جبل مطل على دمشق وبسفحه القصبة المشهورة بالصالحية ،وكانت قديما تسمىٰ ربة النخل و قرية الجبل بالجيم والباء ،وبسفح ذالك الجبل من قبور الانبياء عليهم السلام و قبور الاولياء الكرام مالا يحصى لكن قبور الانبياء اندرست بتقادم الزمان و لم يبق الا قبر سيدنا ذى الكفل عليه السلام ، وبهذا الجبل اصحاب الكهف المذكورين فى القرآن (...) وبه مقام الابدال الاربعين ياوون اليه ويتعبدون فيه وهو مقام مشهور لاجابة الدعاء'' (۵)

مذکورہ بالا عبارت میں ''**ربة النخل**'' کے الفاظ اس مقام پر پانی کی بہتات اور کثرت اشجار پر دال ہیں، نیز انبیاء و صلحاء کے مقابر اس کے بابرکت ہونے کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

اسی قصبۂ صالحیہ کے راستے میں تین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزار ہیں جو فتح دمشق کے موقع پر شہید ہوئے تھے،ایک پتھر پر ان کے نام بھی مرقوم ہیں۔

" وفى طريق الصالحية قبور ثلاثة من الصحابة استشهدوا فى فتح دمشق مكتوبة اسماء هم على حجر'' (۶)

دامن کوہ میں یہ بستی کثیر آبادی،بازاروں اور جامع مسجد پر مشتمل تھی،جس کے بارونق اور بابرکت ہونے کا یاقوت حموی نے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔

"والصالحية ايضا: قرية كبيرة ذات اسواق وجامع فى لحف جبل قاسيون من غوطة دمشق وفيها قبور جماعة من الصالحين ويسكنها ايضاً جماعة من الصالحين لا تكاد تخلو منهم ،واكثر اهلها ناقلة البيت المقدس على مذهب احمد بن حنبل" (۷)

''غوطة دمشق''(۸) کے الفاظ اس مقام کی خوبصورتی پانی اور درختوں کی کثرت پر دلالت کر رہے ہیں۔ پچھلے صفحہ پر''المنیٰ'' کے الفاظ''هو جبل مطل على دمشق'' اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ جبل قاسیون دمشق کے قریب واقع ہے جس کی چوٹی اپنی بلندی کی وجہ سے شہر کو جھانک رہی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مدینہ دمشق کی آبادی محدود تھی۔ اب جبکہ آبادی وسیع ہو چکی ہے تو ان کے مابین فاصلے بھی ختم ہو گئے ہیں۔

امام شامی علیہ الرحمہ کی سیرت شامیہ میں سے ایک باب''ازواج النبی'' کو ایک الگ کتاب کی شکل میں بیروت سے شائع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں مرتب الفتیح نے یاقوت کی مذکورہ عبارت پر یوں تبصرہ کیا ہے۔

''(...) قلت : و هى الآن حيى كبير من احياء مدينة دمشق". (۹)

یعنی قصبۂ صالحیہ اب مدینہ دمشق کے محلوں سے ایک بڑا محلّہ بن چکا ہے۔

یاقوت حموی کی مذکورہ عبارت کے آخری الفاظ''واکثر اهلها ناقلة البيت المقدس'' سے یہ امکان پیدا ہوسکتا ہے کہ شاید امام شامی کے آباؤ اجداد بیت المقدس سے نقل مکانی کر کے اس قصبۂ صالحیہ میں آباد ہوئے ہوں۔

امام شامی علیہ الرحمہ کی تاریخ ولادت بیان کرنے میں متعلقہ جملہ مصادر و مراجع خاموش ہیں۔ اس بات کا اظہار محقق الفتیح نے بھی کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

" لم تذكر المصادر التى اطلعت عليها على كثرتها شيأعن تاريخ ولادته"۔(۱۰)

اکثر مصادر جن سے میں مطلع ہوا ہوں، آپ کی تاریخ ولادت ان میں مذکور نہیں۔

❷ حصولِ تعلیم

امام محمد بن یوسف الصالحی ،الشامی نے اپنے ملک شام سے ترک سکونت کر کے شہر مصر (القاہرہ) کو اپنا مسکن بنایا اسی شہر میں تعلیم و تربیت پائی اور اپنی زندگی کے بقیہ ایام صحراء قاہرہ کی برقوقیہ نامی بستی میں گزار دیئے۔ (آپ کی مستقل سکونت کا ذکر مدرسۂ برقوق کے ضمن میں کیا جائے گا) آپ کی نقل مکانی کو کتب تراجم میں مختلف الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

''القاموس الاسلامی'' میں ہے:

''نسبتُہٗ الی الصالحیة من نواحی دمشق التی ولد بھا ،ثم ھاجر الی مصر ......''(۱۱)

آپ کی نسبت دمشق کی نواحی بستی صالحیہ کی طرف ہے جہاں آپ پیدا ہوئے، پھر آپ نے مصر کی طرف ہجرت کی۔

''الرسالة المستطرفة'' میں ''نزیل القاھرہ''(۱۲) کے الفاظ منقول ہیں اور کتاب'' ازواج النبی '' کے مقدمے میں ہے ''انه ولد فی صالحية دمشق ،ثم انتقل الی مصر......''۔(۱۳)

آپ نے اپنے زمانے کے جلیل القدر ماہرِ علوم وفنون علماء سے اکتساب فیض کیا اور بلند علمی منصب مرتبہ پر فائز ہوئے۔آپ کے اساتذہ ومشائخ میں سے سرفہرست امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ (م ۹۱۱ھ) کا نام آتا ہے۔اور آپ کا شمار بھی ان کے اجل تلامذہ میں ہوتا ہے''وکان الصالحی من اجل تلامیذ الحافظ السیوطی'' احمد عطیۃ اللہ کے الفاظ ہیں:''وکان من تلا میذ الجلا ل السیوطی......''۔

❸ امام شامی اور تحصیل علم

جب امام شامی علیہ الرحمہ کے زمانۂ طالب علمی کا کھوج لگانے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل بیانات ان کے تحصیل علم کے زمانے کی طرف اشارہ کرتے دکھائی دیتے ہیں۔

" اخذ عن الحافظ السيوطی والشهاب القسطلانی..." ۔ (١٤)

امام شامی نے حافظ سیوطی اور شہاب الدین قسطلانی سے اکتساب علم کیا۔

" واما شيوخه الذين اخذ عنهم : ففی مقدمتهم الامام الجلال السيوطی رحمه الله تعالیٰ و كان الصالحی من اجل تلامذته ،كما اخذ عن الشهاب القسطلانی..." ۔(١٥)

امام شامی نے جن شیوخ سے تحصیل علم کیا، ان میں سرفہرست امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ ہیں۔ (امام) صالحی ان کے اجل تلامذہ میں سے ہیں، اسی طرح انہوں نے شہاب قسطلانی علیہ الرحمہ سے بھی علم حاصل کیا۔ مذکورہ عبارات سے یہ بات واضح ہے کہ امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی امام سیوطی علیہ الرحمہ کے شاگردوں میں سے عالی مرتبت شاگرد ہیں۔ اس اعتبار سے سیوطی علیہ الرحمہ کا تدریسی دور امام شامی علیہ الرحمہ کا تعلیمی (طالب علمی) دور بنتا ہے۔

بدیع السید اللحام ،سیوطی علیہ الرحمہ پر لکھے گئے اپنے تحقیقی مقالہ میں لکھتے ہیں:

" قبل ان يصدر السيوطی لتدريس الحديث بسنوات كان قد شرع باملاء الحديث بالجامع الطولونی ، وذالك من مستهل سنة اثنتين وسبعين وثمانمأة" ۔ (١٦)

سیوطی علیہ الرحمہ تدریس حدیث (کی مسند پر) صدر مجلس بننے سے چند سال پہلے جامع مسجد (ابن طولون) میں احادیث لکھوانا شروع کر چکے تھے۔ یہ ۸۷۲ھ کا آغاز تھا۔

امام سیوطی یکم رجب ۸۴۹ھ/ تیرہ اکتوبر ۱۴۴۵ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے (۱۷) اس طرح ان کی تدریسی زندگی کا آغاز ۸۷۲ھ کو تقریباً ۲۳ سال کی عمر میں ہوا۔ اس کے بعد آپ مدرسہ شیخونیہ میں مسند تدریس پر رونق افروز ہوئے۔

" ففی رجب سنة سبع و سبعين و ثمان مأ ة للهجرة تصدر السيوطی لتدريس الحديث بالشيخونية بعد وفاة الشيخ فخر الدين المقدسی ، وكان له العمر اذذاك ثمان و عشرون سنة" ۔ (١٨)

ماہِ رجب ۸۷۲ھ میں، شیخ فخر الدین المقدسی کی وفات کے بعد مدرسہ شیخونیہ میں تدریس حدیث کی مسند پر صدر نشین ہوئے، اس وقت آپ کی اٹھائیس سال تھی۔ ۸۹۱ھ / ۱۴۸۶ء میں انہیں اس دار العلوم سے بھی اہم مدرسہ (البیبرسیه) میں تدریس کے لیے منتخب کیا گیا، لیکن رجب ۹۰۶ھ/ فروری ۱۵۰۱ء میں انہیں اس منصب سے الگ کر دیا گیا۔ اس کے بعد وہ جزیرۂ نیل کے" الروضه "میں گوشہ نشین ہو گئے۔ (۱۹)

اس طرح سیوطی علیہ الرحمہ کا زمانہ تدریس ۸۷۲ھ سے ۹۰۶ھ تک چونتیس (۳۴) سالوں پر مشتمل ہے۔ امام شامی علیہ الرحمہ، امام سیوطی علیہ الرحمہ کے حلقۂ تلمذ میں کب آئے، مآخذ اس کے تعین سے قاصر ہیں، لہذا یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا زمانہ تدریس ہی، امام شامی علیہ الرحمہ کے حصول علم کا زمانہ ہے۔

سیوطی علیہ الرحمہ اور قسطلانی علیہ الرحمہ کا ایک ہی زمانہ ہے۔ البتہ امام قسطلانی کا سن وفات ۹۲۳ھ ہے اور سیوطی علیہ الرحمہ کا انتقال ۹۱۱ھ میں ہوا۔ اس طرح امام قسطلانی بارہ سال بعد تک حیات رہے۔ ان بارہ سالوں میں "امام شامی" کا "امام قسطلانی" سے کسب علم کا زیادہ امکان ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امام سخاوی م (۹۰۲ھ) اور سیوطی علیہ الرحمہ کے مابین اپنے وقت میں علمی چپقلش جاری رہی۔ امام قسطلانی اس مناقشے میں اپنے شیخ سخاوی کے تابع رہے۔

> " كان القسطلانی منقادا الی الحق زاهدا فی الدنیا ، یذکرا نه تابع شیخه السخاوی فی خصومة مع السیوطی ، ولما تبین له ان الحق الی جانب السیوطی ذهب الیه فی مسکنه بالروضة حافیا وخالعا لعمامته طالبامنه الصفح عما بدر منه فی حقه " ۔ (۲۰)

امام قسطلانی حق کی اطاعت کرنے والے، تارک الدنیا افراد میں سے تھے۔ ان کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ سیوطی علیہ الرحمہ کے ساتھ مخاصمت میں اپنے شیخ سخاوی کے تابع تھے۔ جب ان پر واضح ہوا کہ سیوطی حق پر ہیں تو وہ "روضہ" میں ان کے مسکن پر ننگے پاؤں حاضر ہوئے اور جو کچھ ان کی طرف سے ان کے حق میں سبقت ہوئی اس پر اپنا عمامہ اتار کر معافی کے خواستگار ہوئے۔

جب ان واقعات پر غور کیا جاتا ہے تو اشارۃ النص سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام شامی کی اپنے شیخ سیوطی کے ساتھ وابستگی کی وجہ سے امام سخاوی اور امام قسطلانی سے دوری رہی ہو۔ جب انہوں نے شیخ سیوطی سے معافی مانگ لی تو وہ بُعد قُرب میں تبدیل ہو گیا ہو اور اس طرح استفادہ کی سعادت میسر آئی ہو۔ بہر حال نتیجے کے طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نویں صدی ہجری کا اختتام اور دسویں صدی ہجری کا آغاز ''امام شامی علیہ الرحمہ'' کے حصول تعلیم کا دور ہے

❹ اساتذہ ومشائخ

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی کے اساتذہ ومشائخ میں سے مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں

① ابو الفضل عبد الرحمن جلال الدین بن ابی بکر (کمال الدین) بن محمد جلال الدین السیوطی م (۹۱۱ھ)

② ابو العباس احمد بن محمد ابی بکر شهاب الدین القسطلانی م(۹۲۳ھ)

③ الشیخ شاهین بن عبد الله الخلوتی المصری

④ شجاع الدین عمر بن عبد الله الخلوتی

⑤ ابو زکریا شرف الدین یحییٰ المناوی

⑥ برهان الدین بن یوسف

پہلے چار اساتذہ کے بارے میں الکتانی نے یوں وضاحت کی ہے:

"اخذ عن الحافظ السیوطی والشهاب القسطلانی والشیخ شاهین بن عبدالله الخلوتی المصری وشجاع الدین عمر بن عبدالله الخلوتی المقیم بقرافة مصر وغیر هم"۔ (۲۱)

انہوں (امام شامی) نے حافظ سیوطی، شہاب الدین قسطلانی، شیخ شاہین بن عبداللہ خلوتی مصری اور شجاع الدین عمر بن عبداللہ خلوتی، جو مصر کے قرافہ (قبرستان) میں مقیم تھے (وغیرہ) سے اخذ فیض کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں اقوال آئمہ نقل کرتے ہوئے، امام شامی اپنی تالیف میں، اپنے شیخ ابوزکریا کے بارے یوں نقل کرتے ہیں:

" وکان شیخنا شیخ الاسلام شرف الدین المناوی یعول علیه ویجیب به اذا سئل عنهما..." ۔ (۲۲)

ہمارے شیخ، شیخ الاسلام شرف الدین المناوی اس موقف (کہ ان تک دعوت نہیں پہنچی) پر اعتماد کرتے تھے اور جب ان سے آپ ﷺ کے والدین کے بارے سوال کیا جاتا تو یہ جواب دیتے...

دوسرے مقام پر اپنے شیخ المناوی سے اپنی سماعت کا اظہار یوں کرتے ہیں:

" ... وسمعت شیخنا شیخ الاسلام ابا زکریا المناوی رحمه الله تعالیٰ یقول فی تقریر هذا القول..." (۲۳)

میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام ابوزکریا المناوی (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس قول کی وضاحت میں فرماتے ہوئے سنا

اسی طرح امام شامی نے برهان الدین بن یوسف کے بارے بھی اپنے شیخ ہونے کی وضاحت کی ہے، لکھتے ہیں:

"وسألت شیخنا شیخ الاسلام برهان الدین بن یوسف رحمه الله تعالیٰ عن ذالك فکتب لی بخطه..." ۔ (۲٤)

میں اپنے شیخ، شیخ الاسلام برہان الدین بن یوسف (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس (حدیث) کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اپنے خط میں مجھے لکھا...

مندرجہ بالا عبارات سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ شیخ شرف الدین المناوی اور شیخ برہان الدین بن یوسف، امام صالحی کے اساتذہ میں سے ہیں۔

شرف الدین یحیٰ المناوی کا شمار عظیم علماءِ شافعیہ میں ہوتا ہے۔

" وکان من اعیان خیار علماء الشافعیة" (۲٥)

آپ اپنی زندگی میں دو مرتبہ منصب قضاۃ پر فائز ہوئے۔

"اما قضاته الشافعية فالقاضی یحییٰ المناوی تولیٰ فی ایامه مرتین"(۲۶)

پہلی مرتبہ۸۵۲ھ میں اس منصب پر فائز ہوئے، ۸۶۹ھ میں آپ کو اس عہدے سے معزول کر دیا گیا۔ ۸۷۱ھ میں دوبارہ منصب قضاۃ کا قلمدان آپ کے سپرد کیا گیا۔

" فی سنة احدی وسبعین وثمانمأة (...) توفی قاضی القضاة شرف الدین یحییٰ المناوی" (۲۷)

5 سکونت اور خانگی مشاغل

(i) سکونت

الشیخ شمس الدین محمد بن یوسف الصالحی الشامی نے مصر کے جلیل القدر آئمہ ومشائخ سے اکتساب علم کیا اور پھر اس وقت قاہرہ کے "باب النصر" کے باہر صحرائے قاہرہ کی برقوقیہ نامی بستی میں مستقل سکونت اختیار کی اور باقی ماندہ زندگی وہاں بسر کر دی۔ الزرکلی کے الفاظ ہیں:

" سکن البرقوقية بصحرآء القاهرة الی ان توفی" ۔ (۲۸)

وہ وفات تک صحراءِ قاہرہ کی برقوقیہ (آبادی) میں سکونت پذیر رہے۔

جرجی زیدان کے الفاظ بھی قریب ہیں:

"رحل من الشام الی مصر واقام فی البرقوقية بصحرآء مصر" ۔ (۲۹)

وہ شام سے مصر کی طرف منتقل ہوئے اور صحرآءِ مصر کی برقوقیہ نامی بستی میں مقیم ہوئے۔

الکتانی لکھتے ہیں:

" نزیل برقوقية الصحرآء خارج باب النصر بمصر" ۔ (۳۰)

مصر کے باب النصر سے باہر صحرآء برقوقیہ کے مقیم۔

"باب النصر" مصر (القاہرہ) کے شمال میں واقع تھا۔ یہ ان تین دروازوں میں سے ایک تھا جو فاطمی دور میں بنائے گئے اور اپنی مثال آپ تھے۔ (یعنی باب النصر، باب الفتوح، باب زویلہ)

"وقد بنيت هذه الابواب الثلاثة فى موضعها الحالى بأمر بدرالجمالى بدل الابواب القديمة فى المدة مابين:(٤٨٠،٤٨٥هـ/١٠٨٧م-١٠٩٢م)" (٣١)

یہ تینوں دروازے اپنی موجودہ جگہ پر "بدرالجمالی" کے حکم سے ۴۸۰ھ اور ۴۸۵ھ کے درمیان قدیم دروازوں کے بدل میں بنوائے گئے۔

علامہ شعرانی نے امام شامی کے مقام سکونت کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے:

" نزيل التربة البر قوقية"۔ یعنی تربت برقوق کے مکیں ہیں۔

ii- تربت برقوق

الملک الظاہر ابوسعید سیف الدین برقوق بن آنص العثمانی م (۸۰۱ھ/ ۱۳۹۹ء) (۳۲) ممالیک برجیہ شراکسہ / جراکسہ کا پہلا بادشاہ، جس نے قاہرہ قدیم کے باب النصر سے باہر صحراء میں واقع ممالیک کے قبرستان سے متصل ایک مسجد اور مدرسہ قائم کیے۔ اس عمارت کے بحری شرقی کونے سے قبرستان کی طرف ایک دروازہ رکھا، جس کے اوپر شاندار قبہ تعمیر کرایا جہاں سے اس چھوٹی سنگ مرمر کی بنی ہوئی قبر پر نظر پڑتی تھی جس پر سونے کے نقش ونگار کے ساتھ لکھی گئی مدرسہ کی تاریخ تعمیر درج تھی۔ ممالیک کے اس قبرستان میں برقوق نے اپنے لیے بھی ایک قبر بنوائی جس میں اسے دفن کیا گیا۔

" وبالركن البحرى الشرقى للصحن باب يؤدى الى التربة، و تعلوها قبة ذات اركان مقرنصة ومما يستوقف النظر فى هذه التربة الوزرة الرخامية المنتهية بطراز مكتوب بالذهب،يتضمن تاريخ انشاء المدرسة ، وقد بنى برقوق لنفسه تربة اخرى بجبانة المماليك دفن فيها" (٣٣)

قاہرہ مصر میں یہ وہ مقام ہے جسے تاریخ مصر میں "قرافة " کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔علامہ مقریزی اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

" ان لاهل مدينة مصر ولاهل القاهرة عدة مقابر وهى القرافة ، فما كان منها فى سفح الجبل يقال له القرافة الصغرىٰ و ما كان منها فى شرقى مصر بجوار المساكن يقال له القرافة الكبرىٰ . وفى القرافة الكبرىٰ كانت مدافن اموات المسلمين منذافتتحت ارض مصر" . (۳۴)

شہر مصر اور اہل قاہرہ کے متعدد مقبرے ہیں جنہیں قرافہ کہا جاتا ہے۔ان میں سے بعض دامن کوہ میں ہیں جنہیں قرافۂ صغریٰ کہا جاتا ہے۔ جو مصر کے شرقی سمت رہائش گاہوں کے قریب واقع ہیں انہیں قرافۂ کبریٰ کہا جاتا ہے جب سے مصر کی سرزمین فتح ہوئی،اس وقت سے قرافہ کبریٰ میں مسلمانوں کے فوت شدگان کے مدفن ہیں۔

سن سات ہجری کے بعد مختلف امراء نے ''قرافۂ شرقیہ'' کی تعمیر وتجدید میں دلچسپی دکھائی جن میں امیر محمد بن قلاوون،امیر یلبغا ترکمانی،امیر طقتمر دمشقی اور امیر قوصون کے نام قابل ذکر ہیں۔ان سلاطین نے بڑی عظیم الشان عمارتیں اور عالی شان مقبرے تعمیر کرائے۔ان کی اتباع میں لشکریوں اور عوام الناس نے بھی تعمیرات کیں،جس وجہ سے یہ علاقہ (قرافہ) خوب آباد ہوا اور مقبرے،خانقاہیں،بازار،آٹا پیسنے کی چکیاں اور حمام وغیرہ سے یہ مقام پر رونق ہو گیا۔(۳۵) اس وجہ سے لوگ اس کی طرف خوب راغب ہو گئے۔

" ورغب كثير من الناس فى سكنا ها لعظم القصور التى انشئت بها وسميت بالترب..." (۳۶)

لوگوں کی اس مقام سے رغبت،آبادی اور عظیم الشان محلات جو وہاں بنائے گئے تھے،ان کی وجہ سے اس (قرافہ) کا نام ''ترب'' پڑ گیا۔

دراصل اس مقام پر متعدد تعمیرات کو ایک بلاک کی صورت میں جمع کر دیا گیا تھا،جس میں اس کے بانی سلطان برقوق کی تربت بھی شامل تھی،اس لیے وسیع رقبے پر پھیلی ہوئی ان تعمیرات کا نام "التربة البرقوقيه" مشہور ہو گیا۔

"انشأ ها السلطان برقوق سنة ٨٠١ -٨١٣ ھ / ١٣٩٨ - ١٤١١ م) بالقرافة الشرقية ، وهى فى الواقع عبارة عن مدرسة تدرس فيها العلوم الشرعية ، ومسجد للصلاة ، وخانقاه فخمة للصوفية جمعها السلطان برقوق فى صعيد واحد ، لذا لك جاء ت اضخم تربة و جدت فى جميع جبانات مصر و القاهره ـ هذا بالاضافة الى اشتمالها على ميزات معمارية لا نظير لها فى سواها ـ فلا عجب ان يستغرق بنا ؤ ها حوا لى اثنى عشر ـ وقد اراد برقوق ان تكون هذه ا لتربة نواة لمدينة عامرة ، تحيط بها الا سواق والخانات والحمامات" ـ (٣٧)

سلطان برقوق نے قرافۂ شرقیہ کوسن ۸۰۱ھ سے ۸۱۳ھ تک تعمیر کرایا۔ حقیقت میں قرافۂ شرقیہ (تربت برقوق) سے مراد وہ مدرسہ ہے، جس میں علوم شرعیہ پڑھائے جاتے تھے ،نماز کے لیے ایک مسجد اور صوفیاء کی عظیم خانقاہ، جن کو سلطان برقوق نے ایک مقام (بلاک) میں جمع کر دیا۔ اس سے یہ قبرستان مصر اور قاہرہ کے تمام قبرستانوں سے بڑا قبرستان بن گیا۔ نیز یہ قبرستان ایسے عظیم الشان تعمیراتی بلاک پر مشتمل تھا کہ وہ اپنی مثال آپ تھا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اس کے بنانے والے بارہ سال کے لگ بھگ عرصہ تک اس کی تعمیر میں مصروف رہے ہوں ۔سلطان برقوق چاہتا تھا کہ یہ تربت (مقام) نو آباد شہر کا مرکز بن جائے، جس کو بازار، دوکانیں اور حمام وغیرہ گھیرے ہوئے ہوں۔

مذکورہ عبارت اس بات کی طرف راہنمائی کرتی ہے کہ جس طرح سابقہ سلاطین کا مذاق رہا ہے کہ وہ اپنے تشخص کی پہچان کے لیے نئے نئے شہر اور عمارات بنواتے تھے ،اسی طرح سلطان برقوق نے قاہرہ قدیم کے باب النصر کے باہر شمال مشرقی سمت میں، صحراء میں جہاں ممالیک کے مقبرے (قبرستان) تھے ایک نیا شہر آباد کیا جس پر" قداراد برقوق ان تکون هذه التربة نواة لمدينة عامرة تحيط بها الاسواق والخانات والحمامت" کے الفاظ بین دال ہیں۔

علامہ ابن خلدون نے اس مدرسہ کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ امیر برقوق کے والد" آنص" جس نے اپنے بیٹے کو اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی وصیت کی تھی، جب فوت ہوئے تو انہیں" دوادار یونس" کے

قبرستان میں دفن کیا گیا۔ پھر انہیں اس مدرسہ (دارالعلوم) کے قریب قبرستان میں منتقل کیا جو اس نے دونوں محلوں (بین القصرین) کے درمیان ۷۸۸ھ میں تعمیر کرایا تھا۔(۳۸)

اس موقف کی تائید محقق "الفتیح" کے مندرجہ ذیل الفاظ یوں کرتے ہیں:

"... الخانقاه (الرباط) البرقوقية ، قلت:هى المدرسة البرقوقية التى انشأ ها الملك الظاهر برقوق اول ملوك الشراكسة فى مصر،وكان المصنف، كما افاد البغدادى فى هدية العارفين ٢/٢٣٦ مدرسا فيها ، وحد دها المقريزى فى خططه ٢/٤١٨: بخط بين القصرين(٢) فيما بين المدرسة الناصرية ودارالحديث الكاملية ۔ وطبعا فان هذه المنطقة اصبحت الآن حيا من احياء مدينة القاهرة بعد اتساع العمران" (۳۹)

تربت برقوقیہ جو ایک خانقاہ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ مدرسہ برقوقیہ ہے جسے شراکسہ کے پہلے بادشاہ ملک ظاہر برقوق نے مصر میں بنایا۔ بغدادی کی "ھدیۃ العارفین" سے معلوم ہوا ہے کہ مصنف وہاں مدرس تھے۔ مقریزی نے اپنی تالیف "الخطط" میں اس کی حد بندی (بخط بین القصرین) کے الفاظ سے کی ہے۔ یہ مدرسہ (برقوقیہ) مدرسہ ناصریہ اور دارالحدیث کاملیہ کے درمیان واقع ہے۔ آبادی کے پھیلنے کے بعد اب یہ علاقہ قاہرہ شہر کے محلوں میں سے ایک محلّہ بن گیا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں امام شامی علیہ الرحمہ اپنی عمر کا بیشتر حصہ اقامت گزیں رہے۔

iii- متجر دانہ زندگی:

امام شامی علیہ الرحمہ نے اپنی تمام زندگی بغیر شادی کیے گزار دی، اس لیے اپنے خانگی معاملات خود ہی انجام دیتے تھے۔ امام شعرانی علیہ الرحمہ آپ کے اس وصف کو بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"كان عزباً لم يتزوج قط"۔ (۴۰)

آپ غیر شادی شدہ تھے، کبھی شادی نہ کی۔

ابن العماد حنبلی نے بھی امام شعرانی کے حوالے سے انہی الفاظ پر اکتفا کیا ہے، جبکہ محقق الفتیح نے مذکورہ بالا مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے " کان "کی جگہ "عاش "کا لفظ استعمال کیا ہے۔

iv- مہمان نواز:

جب آپ کے پاس کوئی مہمان آتا تو اس کی خدمت اپنے متعلقین کے سپرد نہ کرتے بلکہ مہمان نوازی کے امور خود انجام دیتے۔ علامہ شعرانی کے الفاظ ہیں:

" اذا قدم علیه الضیف یعلق القدر ویطبخ له" ۔ (۴۱)

جب آپ کے پاس مہمان آتا تو ہنڈیا رکھ کر اس کے لیے کھانا پکاتے ۔ آپ کے اسی وصف کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

" کان یخدم نفسه واضیافه بنفسه ،یوقد النار ویصنع الطعام" ۔ (۴۲)

آپ اپنے آپ کی اور اپنے مہمانوں کی بنفس نفیس خدمت کیا کرتے ،خود آگ جلاتے اور کھانا تیار کرتے۔

مذکورہ مآخذ اس بات کی نشاندہی کر رہے ہیں کہ ان کے ہاں کوئی ایسی قرابت دار خاتون نہ تھی جو آنے جانے والوں کے لیے امور خانہ داری انجام دے۔

⑥ امام شامی کا علمی مقام

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی ،اپنے زمانہ کے اجل امام تھے اور اپنے ہم عصر علماء میں نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ وہ اپنی ذات میں علوم کا انسائیکلو پیڈیا تھے۔ وہ اپنے وقت کے بے مثل محدث، مفسر، مؤرخ، فقیہہ، ادیب اور نحوی ولغوی عالم تھے۔ تالیفات شامی ان کی تبحر علمی پر شاہد عادل ہیں۔ آپ مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اپنے وطن کے علمی حلقوں میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کے علمی مرتبہ اور وجاہت کو آپ کے ہم عصر اور بعد کے علماء نے مختلف الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ آپ کے ہم عصر علامہ شعرانی علیہ الرحمہ کے الفاظ یہ ہیں:

"كان عالما صالحا مفننا فى العلوم". (۴۳)

آپ صاحبِ علم، نیک اور علوم میں مہارت رکھنے والے تھے۔ الهيثمى المكى کا قول ہے:

"صاحبنا الشيخ العلامه الصالح الفهامة الثقة المطلع والحافظ المتبع" (۴۴)

ہمارے ساتھی شیخ، علامہ، نیک، (دین کو) بہت سمجھنے والے، (علوم میں) معتبر، (وسیع) معلومات رکھنے والے اور ایسے حافظِ (حدیث) تھے جن کی پیروی کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کسی خوشامدی کے خوشامدانہ الفاظ پر مبنی نہیں بلکہ ایک واضح حقیقت کا اظہار ہے اور امام شامی کے علمی مقام و مرتبہ پر دلیل ہے۔ بالخصوص ''الحافظ'' کا لفظ تو آپ کی حدیث میں مہارت اور وسعت معلومات کو واضح کر رہا ہے۔ محدثین کے ہاں حافظِ حدیث اس کو کہا جاتا ہے جسے ایک لاکھ احادیث متناً وسنداً مع جملہ احوال رواۃ یاد ہوں۔

عبدالحیٔ الکتانی لکھتے ہیں:

"هوالامام الحافظ محدث الديار المصرية ومسند ها..." (۴۵)

آپ امام، حافظ اور دیارِ مصریہ کے مستند (عالم دین) اور محدث ہیں۔ نیز شیخ ابوسالم العیاشی نے آپ کو ''امام المحدثین و خاتمۃ الحفاظ" کے القاب سے خراجِ عقیدت پیش کیا ہے (۴۶) اور محمد بن جعفر الکتانی نے ''خاتمۃ المحدثین'' (۴۷) کے لفظوں کے ساتھ ان کی محدثانہ بصیرت کو واضح کیا ہے۔ ایک لبنانی عالم "عادل نویہض" نے، امام شامی کو مؤرخ، مفسر اور حافظِ حدیث کے الفاظ سے یاد کیا ہے (۴۸) اور عمر رضا کحالہ نے بھی محدث، حافظ اور مؤرخ کے الفاظ لکھے ہیں۔ (۴۹)

احمد عطیۃ اللہ نے آپ کے بارے لکھا ہے:

"وكان من تلاميذ الجلال السيوطى وتوفر على علوم الحديث والتاريخ" (۵۰)

❼ امام شامی کے علمی مشاغل

امام شامی علیہ الرحمہ کی شخصیت ہی آپ کے علمی مشاغل کی وضاحت کرتی نظر آتی ہے۔آپ کے علمی مشاغل دو طرح کے تھے:

① تدریس ② تالیف

① امام شامی مدرسہ برقوق میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، جس کی وضاحت بغدادی باشا نے بدیں الفاظ کی ہے:

" محمد بن يوسف بن على بن يوسف الدمشقى شمس الدين الصالحى الحنفى مدرس البرقوقية بمصر"۔ (۵۱)

امام شامی کے حنفی ہونے میں بغدادی باشا کو اشتباہ ہوا ہے۔

یہ وہ مدرسہ ہے جس میں امام سخاوی م (۹۰۲ھ) بھی، بہاء مشہدی کی وفات کے بعد تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔(۵۲) علامہ سخاوی اس مدرسہ کے نظام تعلیم پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

" ومن آثار ه المدرسة الفائقة بين القصرين لم يتقدم بناء مثلها فى القاهرة ،وسلك فى ترتيب من قرر ه فيها مسلك شيخون فى مدرسته ۔ قرر فيها اربعة من ا لمذاهب وشيخ تفسير وشيخ قراء ة و شيخ حديث وشيخ ميعاد بعد صلوة الجمعة "۔ (۵۳)

(برقوق) کے آثار میں سے اس کا وہ عالی شان مدرسہ ہے، جو دو محلوں کے درمیان ہے۔قاہرہ میں اس سے پہلے اس جیسی (عالی شان) عمارت نہیں تھی۔اس نے اس مدرسہ میں وہ نظام (تعلیم) ترتیب دیا جو شیخون نے اپنے مدرسہ (شیخونیہ) میں ترتیب دیا تھا۔یعنی اس میں چاروں مذاہب (کی تعلیم) کو جاری کیا، شیخ تفسیر، شیخِ قرأت، شیخِ حدیث اور شیخِ میعاد جو نماز جمعہ کے بعد وعظ و نصیحت کرتا، مقرر کیے۔

② درس وتدریس کے ساتھ ساتھ آپ کا اہم ترین مشغلہ تحریر وتالیف کا مشغلہ تھا۔ آپ کی تالیفات جو مختلف علوم پر مشتمل ہیں آپ کے ذوقِ علمی اور وسعتِ علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان میں سے آپ کی تالیف ''سبل الہدیٰ و الرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' وہ عظیم علمی شاہکار ہے جس کو آپ اپنی زندگی کا حاصل قرار دیتے ہیں۔

❽ امام شامی کے معاشی مشاغل

آپ کے ترجمہ کے جملہ مآخذ آپ کے ذریعہ معاش پر روشنی نہیں ڈالتے، البتہ آپ درس وتدریس کے جس عظیم الشان شعبے سے متعلق تھے، جب اس سے متعلقہ افراد کے ذریعہ معاش پر نظر ڈالی جاتی ہے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس زمانے میں مساجد، مدارس اور خانقاہوں کے انتظام وانصرام کے لیے اوقاف قائم تھے، جن کی آمدنی سے جملہ متعلقین کی ضروریات کو پورا کیا جاتا تھا۔

اس سلسلہ میں علامہ ابن خلدون یوں لکھتے ہیں کہ لاشین م (۶۹۸ھ) نے غالباً ۶۹۶ھ کو ابن طولون کی جامع مسجد کو از سر نو تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کام کے لیے ''علم الدین سنجر دوادار'' کو مقرر کیا۔ اس نے اس کی تعمیر کے لیے اپنے ذاتی مال سے ایک لاکھ بیس ہزار دینار کا عطیہ دیا اور اس کے لیے جائدادیں اور اراضی وقف کی۔ (۵۴)

سلطان صلاح الدین ایوبی نے اپنے زمانے میں قاہرہ مصر میں علوم شرعیہ کے متعدد مدارس قائم کیے اور ان کے انتظامات کے لیے اوقاف قائم کیے۔

"اوقف عليها ضيعة بالفيوم، يوزع قمحها على الطلاب وشيوخهم"(۵۵)

اس نے ان مدارس کے لیے بھاری جائدادیں وقف کیں۔ ان کی گندم/آمدنی کو طلباء اور ان مدارس کے اساتذہ میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

اسی طرح اس نے ۵۷۲ھ (۱۱۷۷ء) کو مصر میں حنفی مذہب کے مطابق ایک مدرسہ قائم کرنے کا حکم دیا۔

"وقف على مستحقيها اثنين وثلاثين حانوتا" ۔ (۵۶)

اس نے اس مدرسہ کے مستحقین کے لیے بتیس دوکانیں وقف کیں۔

عصر حاضر کے محقق بدیع السید اللحام اپنے تحقیقی مقالہ میں امام سیوطی علیہ الرحمہ کے حوالے سے تصوف کی تعلیم کے پھیلاؤ کے بارے میں لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ شاید اس کی وجہ خانقاہوں اور رباط کی کثرت ہو۔ اس کے بعد اسی موضوع پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

" فقد كانت هذه الخوانق دور علم خاصة بالصوفية الذين فرغوا نفسهم للعبادة حيث يرتب لهم فيها الطعام واللحم والخبز وا لجرايات من خلال الاوقاف التى تجلس عليها ، وقد كان يترأس كل خانقاه شيخ يسير شؤونه يسمىٰ : شيخ الشيوخ " . (۵۷)

یہ خانقاہیں صوفیاء کے خاص دار العلوم تھے، جنہوں اپنے آپ کو عبادت کے لیے فارغ کر رکھا تھا، جہاں ان خانقاہوں کے لیے قائم اوقاف میں سے گوشت، روٹی اور مچھلی وغیرہ کا کھانا تیار کیا جاتا۔ ہر خانقاہ کا امیر ایک شیخ ہوتا جو اس کے تمام امور کا انتظام کرتا۔ اسے شیخ الشیوخ کہا جاتا تھا۔

امام شامی علیہ الرحمہ جہاں سکونت پذیر تھے، وہ مقام مسجد، مدرسہ اور خانقاہ وغیرہ پر مشتمل تھا۔ اس دور کے دستور کے مطابق یہ خانقاہ اور مدرسہ بھی وسیع اوقاف کے حامل تھے جو اپنے متعلقین کی ضروریات کے کفیل تھے۔

علامہ مقریزی قرافۂ شرقیہ کے اوقاف کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

"وبها مسجد جامع وترب كثيرة عليها اوقاف للقرآء ومدرسة كبيرة للشافعية " . (۵۸)

وہاں جامع مسجد اور کثیر قبریں ہیں جہاں قرآء کے لیے اوقاف ہیں اور شافعی مسلک کا ایک عظیم مدرسہ بھی موجود ہے امام شامی علیہ الرحمہ کی سکونت کے ماتحت ''تربه البرقوقية'' کی وضاحت میں دیے گئے اقتباس میں ''تحيط بها الاسواق والخانات والحمامات" کے الفاظ بھی اس کی وضاحت کر رہے ہیں۔ ممکن ہے کہ بازار میں دوکانیں اور حمام وغیرہ اسی مدرسہ اور خانقاہ کے اوقاف ہوں، لہذا امام شامی علیہ الرحمہ مدرسہ برقوق کے مدرس ہونے کی وجہ سے، ان اوقاف سے ملنے والے وظائف سے اپنی ضروریات کی کفالت کرتے تھے۔

⑨ امام شامی کی شخصیت اور معاشرتی مشاغل

(i) پُر وجاہت شخصیت:

امام شامی علیہ الرحمہ کی شخصیت جن اوصاف حسنہ کی مالک تھی، ان کا بیان نہایت اختصار کے ساتھ علامہ شعرانی علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔ آپ کے بیان کی روشنی میں شامی علیہ الرحمہ کی شخصیت کا جو خاکہ سامنے آتا ہے وہ اس طرح ہے کہ آپ انتہائی بارعب شخصیت اور نفیس طبع کے مالک تھے۔

" كان (...) مهيب النظر" ۔ (۵۹) آپ کی شخصیت بارعب تھی۔

شامی علیہ الرحمہ اپنے سر پر لمبا عمامہ پہنتے تھے، سر پر بڑا عمامہ رکھنا اس دور کے سلاطین وامراء اور شریف النفس لوگوں میں عام رواج تھا۔ بلکہ امراء تو خاص قسم کے عمدہ عمامے اپنے حواریوں کو تحفے کے طور پر بھی دیتے تھے۔ ممالیک سلاطین کے بارے مجلّہ (القاہرہ) میں ہے۔

" ويضعون على رؤسهم عمامات من النسيج الرفيع (الشاس)"۔ (٦٠)

وہ اپنے سروں پر شاس کی قسم کے بنے ہوئے عمدہ عمامے رکھتے۔

العاصمی نے بھی اپنی تالیف میں ان کا یہ وصف بیان کیا ہے۔

" وكان من شعار سلاطينهم عمامة كبيرة ملفوفة مكلفة (...) ويلبسه الامراء ايضا ، فليس مخصوصا بالسلطان" ۔ (٦١)

بڑے بڑے قیمتی لپٹے ہوئے عمامے ان سلاطین کے شعار تھے (...) یہ امراء بھی پہنتے تھے محض بادشاہوں کے ساتھ ہی خاص نہ تھے۔

علامہ شعرانی امام شامی کے عمامہ کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں:

" كانت عمامته نحو سبعة اذرع على عرقية" ۔(٦٢)

آپ کی دستار عرقیہ پر سات ہاتھ کے لگ بھگ تھی۔

طبقات صغریٰ کے اسی صفحہ کے حاشیہ میں "عرقیۃ" کی وضاحت ان الفاظ میں درج ہے۔

" العرقية : مايلبس على الرأس تحت العمامة ليمتص العرق "۔

عرقیہ وہ اضافی کپڑا ہے جو سر پر عمامہ کے نیچے پہنا جاتا ہے تاکہ پسینہ چوس لے۔

مذکورہ بیانات جہاں شامی علیہ الرحمہ کی بارعب شخصیت کو واضح کر رہے ہیں وہاں ان کی پرکشش اور نفیس شخصیت کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

(ii) خوش گفتار:

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا ایک عمدہ وصف خوش کلام ہونا بھی ہے۔ علامہ شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں "کان حلو المنطق" (۶۳) آپ میٹھی بولی والے تھے۔ یہ وصف ایسا ہے جو شخص بھی اس سے متصف ہوگا وہ ہر دل عزیز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے دور کے محبوب عالم اور اپنے طلباء کے لیے محبوب استاد تھے۔

(iii) باحیاء:

آپ بہت شرم وحیا والے تھے اور ﴿قل للمؤمنين يغضّوا من ابصار هم﴾ (۶۴) کا مصداق کامل تھے۔ علامہ شعرانی کے بقول:

" لم يزل غاضا طرفه كما هو سواء كان ماشيا او جالسا رحمه الله تعالیٰ "۔(۶۵)

آپ ہمیشہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اپنی نگاہوں کو پست رکھتے تھے۔

(iv) عابد وزاہد:

اللہ پاک نے اپنے عبادت گزار بندوں کے اوصاف اپنے کلام مقدس میں بیان فرمائے۔ ارشاد فرمایا:

﴿والذين يبيتون لربّهم سجّدا وقياما﴾ (۶۶)

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب (کی رضا) کے لیے سجدے اور قیام کی حالت میں راتیں گزار دیتے ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿تتجافیٰ جنوبهم عن المضاجع يدعون ربّهم خوفا وطمعا﴾(٦٧)

وہ (نیکوکار) اپنے پہلو بستروں سے دور رکھتے ہیں اور اپنے رب کو (اس کے غضب کے) ڈر اور (اس کی رحمت کے) طمع سے پکارتے ہیں۔

امام شامی علیہ الرحمہ بھی ان اوصاف کے حاملین میں سے تھے۔علامہ شعرانی لکھتے ہیں:

" كان ...كثير الصيام والقيام بت عنده الليالى فما كنت أراه ينام فى الليل الا قليلا"۔ (٦٨)

آپ اکثر روزے رکھتے اور (رات کو) قیام کرتے۔میں نے ان کے پاس چند راتیں گزاریں، میں نے دیکھا کہ آپ رات کو بہت تھوڑا سویا کرتے تھے۔

امام شامی کے تعارف کے آغاز میں علامہ شعرانی کے یہ الفاظ "منهم الشيخ الصالح الزاهد" ٦٩) ان کے زہد و تقویٰ اور دنیا سے بے رغبتی پر دلالت کرتے ہیں، دنیا اور اہل دنیا کے مابین رہ کر دنیا و مافیھا سے زہد اختیار کرنا خلوت گزیں عابد و زاہد سے بدر جہا بہتر ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا یہی پہلو عمومی ہے، یہی پہلو امام شامی کی زندگی پر غالب نظر آتا ہے، یعنی آپ خشک زاہد نہ تھے بلکہ شب زندہ دار عالم تھے۔

(۷) عالم باعمل:

علم بلاعمل آخرت کی مصیبت ہے۔ایسے علم اور عالم کے بارے ﴿كمثل الحمار يحمل اسفارا﴾(٧٠) فرمایا۔ دنیادار، بےعمل عالم کے لیے احادیث مبارکہ میں وعیدیں فرمائی گئیں ، لیکن امام شامی علیہ الرحمہ متبع سنت اور باعمل عالم شرع تھے۔علامہ ہیثمی مکی علیہ الرحمہ نے آپ کو "المتبع"(٧١) کے لقب سے ملقب فرمایا اور علامہ شعرانی نے آپ کے متعلق "المتمسك بالسنة المحمدية"(٧٢) کے الفاظ رقم فرمائے۔

(vi) امراء وحکام سے بے نیاز:

ایک وقت تک مسلمانوں کے بیت المال کو ان کی امانت سمجھ کر، اس میں جائز اور درست انداز میں تصرف ہوتا رہا۔ رفتہ رفتہ خلافت کے ملوکیت میں تبدیل ہونے کے بعد حکمران اس مال کو اپنی خواہشات کے مطابق استعمال کرنے لگے۔ اس طرح ان کے اموال میں پاک و ناپاک کی امیزش ہوتی چلی گئی۔ اسی لیے صاحب تقویٰ حضرات ان امراء کی محافل و مجالس سے احتراز کرنے لگے۔ امام شامی علیہ الرحمہ بھی امراء و سلاطین سے دور رہتے تھے۔ امام شعرانی نے اس وصف کا بیان یوں کیا ہے:

"کان لایقبل من مال الولاة واعوانهم شیئا ولا یأکل من طعامهم"(۷۳)

آپ صاحب اقتدار اور ان کے اعوان وانصار کا مال قبول نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ان کا کھانا کھایا کرتے تھے۔

(vii) یتیموں کے خیر خواہ:

امام شامی علیہ الرحمہ غریبوں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کے کام آنے والی شخصیت کے مالک تھے دیگر لوگوں کے ساتھ ہمدردی کے جذبات آپ کی طبیعت میں راسخ تھے۔ بالخصوص طلباءِ دینیہ کے ساتھ غم خواری آپ کی طبیعت کا جزو لاینفک تھی۔ علامہ شعرانی آپ کے اس وصف کو اس طرح نمایاں کرتے ہیں:

" کان اذامات احد من طلبة ا لعلم وخلف اولادا قاصرین و له وظائف یذهب الی ا لقاضی و یتقرر فیها ویباشرها ویعطی معلومها للایتام حتیٰ یصلحوا للمباشرة "۔ (۷۴)

طلباء میں سے جب کوئی فوت ہو جاتا اور پیچھے اولاد چھوڑ جاتا، تو اسے ملنے والے وظائف، قاضی کے پاس جا کر ان کے بچوں کے لیے مقرر کرا دیتے۔ معاملات کی خود نگرانی کرتے۔ یتیم بچوں کے بارے معلومات فراہم کرتے، حتیٰ کہ وہ کاروبار کرنے کے قابل ہو جاتے۔

مذکورہ عبارت اس بات کی وضاحت کرتی نظر آتی ہے کہ امام شامی فقط ایک واعظ و ناصح معلم یا ایک گوشہ نشیں عابد ہی نہ تھے بلکہ معاشرے کے ایک ایسے فعال رکن تھے جن کا مطمح نظر مخلوق خدا کے کام آنا اور ان کی خدمت کرنا تھا۔

(viii) وصال:

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی علیہ الرحمہ کے تراجم کے تقریباً جملہ مآخذ اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا وصال ۹۴۲ھ میں ہوا۔ (۷۵) ابن العماد حنبلی نے " احمد العجمی " م (۱۰۸۶ھ) کے حوالے سے نقل کیا ہے:

" انه توفی یوم الاثنین رابع عشر شعبان ای من هذه السنة "۔ (۷۶)

بے شک آپ اسی سن چودہ شعبان پیر کے دن فوت ہوئے۔

حاجی خلیفہ نے آپ کے بارے اس طرح بیان کیا:

"الشیخ محمد بن یوسف بن علی الدمشقی الصالحی ، نزیل القاهره المتوفی سنة ۹۴۲م" ۔ (۷۷)

بغدادی کی "ایضاح المکنون" میں امام شامی کی تاریخ وفات (۹۱۲ھ) درج ہے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے نظام الدین الفتیح لکھتے ہیں: "اظنه تصحیفا " (۷۸) کہ میں اسے سہو قلم سمجھتا ہوں۔

شیخ نذیر حسین نے "سیرت شامی" کے عنوان سے (معارف اعظم گڑھ، ج ۱۲۸ ، ماہ جولائی ۱۹۸۱ء) میں (۵۴۔۵۶) تین صفحات پر مشتمل ایک مختصر مضمون میں امام شامی کی تاریخ وفات (۹۴۲ھ/ ۱۰۳۶ء) درج کی ہے اور اس کے بعد "فہرس الفہارس" کا حوالہ دیا ہے۔

"فہرس الفہارس" میں امام شامی علیہ الرحمہ کے بارے مرقوم ترجمہ میرے پیش نظر ہے، اس میں ان دونوں سنین میں سے کوئی ایک سن بھی درج نہیں، البتہ انہوں نے " فهرس الفهارس" مطبوعہ فاس) کا حوالہ دیا ہے، جب کہ میرے زیر مطالعہ مطبوعہ بیروت والا نسخہ ہے۔ ممکن ہے نسخوں کے تفاوت میں الفاظ کی کمی بیشی موجود ہو۔

⑩ امام شامی کی دینی فکر اور فقہی رجحان

امام محمد بن یوسف الصالحی الشامی فقہی مشرب کے لحاظ سے شافعی تھے۔ اسماعیل باشا البغدادی نے "شمس الدین الصالحی الحنفی" (۷۹) کے الفاظ سے آپ کا تعارف کرایا ہے۔ هدية العارفين کے مصنف کی یہ سبقت قلمی ہے یا انہیں اس بات سے اشتباہ واقع ہوا ہے کہ انہوں "امام اعظم ابوحنیفہ" علیہ الرحمہ کی سیرت پر دفاعی انداز میں ایک کتاب "عقود الجمان" کے نام سے لکھی۔ ممکن ہے کہ اسی وجہ ان کو حنفی سمجھا گیا ہو، جبکہ تراجم شامی کے جملہ مآخذ آپ کی نسبت شافعیہ کے ہی مؤکد ہیں۔

امام شامی کے تلمیذ خاص " محمدبن محمد محب الدين بن احمد الفيشي المالكى " م(۹۱۷ھ) نے ان کی نسبتِ شافعیہ کو بدیں الفاظ بیان کیا ہے:

> "شيخنا الامام العا لم العلامة خاتمة المحدثين محمد بن يوسف الشامى الشافعى نفعنا ا لله تعالىٰ به فى الدنيا والآخرة..." (۸۰)

امام شامی علیہ الرحمہ نے خود اپنی تالیف " عقود الجمان فى مناقب ابى حنيفةالنعمان" کے آخر میں اپنے نام کے ساتھ اپنے شافعی المسلک ہونے کی صراحت کی ہے۔ نیز آپ نے اپنی تالیف "**سبل الهدىٰ والرشاد فى سيرة خير العباد**" میں اپنی شافعی نسبت کا اظہار یوں کیا ہے:

> " هذا مذهبنا لا خلاف فيه بين أئمتنا الشافعية فى الفقه و الا شاعرة فى الاصول ـ وقد نص على ذالك امامنا الشافعى رضى الله تعالىٰ عنه فى الأم وا لمختصر" ـ (۸۱)

یہ ہمارا مذہب ہے (کہ جس کو دعوت توحید و رسالت نہیں پہنچی وہ وفات کے بعد نجات پا جائے گا) جس میں اشعری (آئمہ) کے اصول میں اور ہمارے آئمۂ شافعیہ کے مابین فقہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس مسئلہ پر ہمارے امام شافعی علیہ الرحمہ کی نص (عبارت/ بیان) "کتاب الام" اور "المختصر" میں موجود ہے۔

⓫ دینی فکر

امام شامی علیہ الرحمہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے حامل تھے۔انہوں نے اپنی سیرت شامیہ میں اپنے فکری رجحانات کو جمہور علماؤ آئمہ کے اقوال وآثار اور ادلہٗ واضحہ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ذیل میں ان کے اندازِ فکر اور رجحانات کو چند مثالوں کے ذریعے واضح کیا جاتا ہے۔

(i) شفاعت:

اہل سنت والجماعت کے جملہ مذاہب میں اس بات پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن انبیاؤ رسل اور صالحین کی سفارش،ان کی امتوں اور متعلقین کے حق میں قبول کی جائے گی۔

"وا لشفاعة ثابتة للرسل و الاخيار في حق اهل ا لكبائر با لمستفيض من الاخبار خلافا للمعتزلة"۔ (۸۲)

کبائر کا ارتکاب کرنے والوں کے حق میں رسولوں اور نیک لوگوں کی شفاعت احادیث سے ثابت ہے،جبکہ معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

امام شامی علیہ الرحمہ نے اپنی تالیف ''سبل الہدیٰ والرشاد...'' میں احوال قیامت کو چند ابواب میں ذکر کیا ہے انہوں نے ''الباب السادس'' کا عنوان " **في شفاعته العظمىٰ لفصل القضاء والاراحة من طول الوقوف**'' کے الفاظ سے قائم کرنے کے بعد لکھا ہے:

" وهي التي يرغب اليه فيها الخلق كلهم حتىٰ الانبياء" (۸۳)

یعنی قیامت کے دن میدان محشر میں طویل عرصہ تک قیام کی تکلیف سے راحت پانے اور حساب وکتاب کے سلسلے میں آپ ﷺ کی شفاعت ایسی عظیم ہے کہ جس میں تمام مخلوق کے علاوہ،انبیاء کرام علیہم السلام بھی راغب ہوں گے۔

اس کے بعد ساتویں باب میں شفاعت کی قسمیں اور کیفیات کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" والا دلة علی ذالك كثيرة شهيرة فی الصحيحين وغيرهما ولا عبرة بانكار ا لمعتزلةلها"۔ (۸۴)

صحیحین اور دیگر کتب میں اس (شفاعت کے) مسئلہ میں دلائل کثیر و معروف ہیں، جس میں معتزلہ کے لیے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

(ii) عذاب قبر:

اہل سنت کے عقائد میں سے ایک عقیدہ برزخی جہان میں راحت و تکلیف کا ہے۔ معتزلہ و روافض میں سے بعض اس کے منکر ہیں۔

" انكر عذاب القبر بعض المعتزلة والروافض لان الميت جماد لا حيوٰة له ولا ادراك فتعذيبه محال"۔ (۸۵)

بعض معتزلہ اور روافض نے عذاب قبر کا انکار کیا ہے (وہ کہتے ہیں) کہ میت بے جان چیز ہے، جس میں قوت حیات و ادراک نہیں، لہذا اس پر عذاب محال ہے۔

اس مسئلہ میں امام شامی علیہ الرحمہ کی فکر معتزلہ اور روافض کے خلاف ہے۔ آپ نے مذکور باب کے تحت ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن میں نبی اکرم ﷺ نے اہل برزخ کے جزا و سزا کا مشاہدہ کیا۔ یہاں دو احادیث بیان کی جاتی ہیں۔

- مسلم نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روائت کیا ہے، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خچر پر سوار بنی نجار کے باغ میں تھے، ہم بھی آپ کے ساتھ تھے وہ آپ کو لے کر تیز چلا، قریب تھا کہ آپ گر جاتے اچانک پانچ یا چھ قبریں آ گئیں آپ ﷺ نے فرمایا ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے؟۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ میں (جانتا ہوں)۔ اس نے کہا کہ یہ لوگ زمانۂ جاہلیت میں ہلاک ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

" ان هذه الامة تبتلیٰ فی قبورها ، فلو لا ان تدافنوا لدعوت الله عزوجل ان يسمعكم من عذاب القبر"۔ (۸۶)

بے شک یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب میں مبتلا ہیں، اگر یہ ایک دوسرے سے چھپانے کی بات نہ ہوتی تو میں اللہ عزوجل سے دعا مانگتا کہ وہ تمہیں عذاب قبر سے آگاہ فرماتا۔

- شیخین نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے راوئت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے، آپ نے فرمایا:

" انهما ليعذبان ، أما احدهما فكان لا يستبرئ من بوله وأما الآخر فكان يمشي بالنميمة بين الناس " ۔(۸۷)

ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، ان دونوں میں سے ایک اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا، دوسرا لوگوں کے مابین چغلخوری کرتا تھا۔

(iii) بعث یو م القیامة:

اہل اسلام اس عقیدے پر یقین رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اللہ پاک مردوں کو قبروں سے حشر فرمائے گا، جبکہ فلاسفہ اس کے منکر ہیں۔

" انكره الفلاسفة بناءً على امتناع اعادة المعدوم بعينه " ۔ (۸۸)

فلاسفہ اس (بعث بعد الموت/تخریب کے بعد بعینہ تعمیر) کا انکار اس بناء پر کرتے ہیں کہ معدوم چیز کا بعینہ لوٹانا ناممکن ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ایک مستقل باب میں وہ احادیث وارد کی ہیں جن میں یوم قیامت لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے کا بیان ہے۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" انا اول الناس خروجا اذا بعثوا " (۷۹)

جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں سب سے پہلے زندہ ہو کر نکلوں گا

(iv) معراج:

اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق نبی اکرم ﷺ کا سفر معراج حق ہے ۔اپنے گھر سے بیت المقدس اور اس کے بعد جہاں تک اللہ پاک نے چاہا اپنے حبیب پاک ﷺ کو سیر کرائی۔

"قال اهل السنة والجماعة ان المعراج كان حقا من بيته الى بيت المقدس ومن بيت المقدس الى السماء السابعة والى ماشاء الله تعالىٰ"(٩٠)

فرقۂ معتزلہ اور جہمیہ فقط بیت المقدس تک معراج کے قائل ہیں۔

" قالت المعتزلة والجهمية ان المعراج كان الى بيت المقدس" ۔ (٩١)

جمہور اہل سنت اس بات کے بھی قائل ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو بیداری کے عالم میں روح مع الجسد معراج ہوا۔

" المعراج لرسول الله عليه السلام فى اليقظة بشخصه الى السماء" (٩٢)

رسول اللہ ﷺ کا معراج آسمانوں کی طرف ذاتی طور پر (روح مع الجسد) بیداری کے عالم میں ہے۔

فلاسفہ اس بات کے منکر ہیں۔

" وانكاره و ادعاء استحالته انما يبتنى على اصول الفلاسفة" ۔ (٩٣)

اس کا انکار اور (عروج الی السماء) کے محال ہونے کا دعویٰ فلسفیوں کے اصول پر مبنی ہے، (کیونکہ وہ خرق والتیام کے قائل نہیں)۔علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو حضور ﷺ کے بیت المقدس تک کے سفر معراج کا انکار کرے گا وہ کافر ہوگا، کیونکہ نصِ قطعی اس پر بین دال ہے۔

" واجمعنا على ان من انكر المعراج الى بيت المقدس يصير كافرا" (٩٤)

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا فکر ان تمام مسائل میں اہل سنت والجماعت کے موافق ہے۔آپ نے اپنی سیرت کے تیسرے جزو میں قصۂ معراج کے آغاز میں نقل فرمایا ہے کہ میں اللہ پاک کی بارگاہ میں استخارے کے بعد ،بعض

احادیث کوبعض میں داخل کر کے اس قصہ معراج کوایک واقعہ کی صورت میں ترتیب دے دیا ہے تاکہ سننے والوں کونفع حاصل ہو۔ اگر تو یہ سوال کرے کہ معراج تو متعدد ہیں تو نے ایک قصہ کیوں بنایا، تو میں یہ کہوں گا: (۹۵)

" قال فی زاد ا لمعاد هذه طریقة ضعفاء ا لظاهرية من ارباب ا لنقل الذین اذا رأوا فی القصة لفظة تخا لف سیاق بعض ا لرواة جعلوا مرة اخری فکلها اختلف علیهم الرواة عددوا هم ا لوقائع ، و الصواب الذی علیه أئمة ، النقل ان الاسرآء کان مرة واحدة بمکة بعد البعثة "۔(۹۶)

(علامہ ابن قیم جوزی نے) زادالمعاد میں فرمایا ہے کہ (فرقہ) ظاہریہ کے ضعیف ناقلین کا یہ طریقہ ہے کہ جب کسی واقعہ میں بعض راویوں کی روائت میں اختلاف دیکھتے ہیں تو اس کوایک واقعہ شمار کرتے ہیں، جب چند راوی (ایک دوسرے سے) مختلف روایات بیان کرتے ہیں تو وہ ان واقعات کو متعدد بنادیتے ہیں۔ درست بات وہی ہے جس پر آئمہ نقل متفق ہیں۔ کہ معراج بعثت کے بعد مکہ میں ایک مرتبہ ہی ہوا۔

اس کے بعد حافظ عمادالدین ابن کثیر علیہ الرحمہ کا قول ان کی تاریخ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ مالك بن صعصعة کی روائت میں "بیت المقدس" کا ذکر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض راوی سامع کے علم کی بنا پر کچھ واقعہ حذف کردیتے ہیں یا بھول جاتے ہیں، یا اہم بات کو بیان کردیتے ہیں، تو اس وجہ سے اختلاف رونما ہوجاتا ہے۔ آخر میں نتیجے کے طور پر لکھتے ہیں:

" ولم ینقل ذا لك عن احد من ا لسلف ولو تعدد هذا ا لتعدد لأخبر ا لنبیﷺ به امته و لنقله الناس علی التکرار" ۔ (۹۷)

حالانکہ سلف میں سے کسی نے بھی یہ بات نقل نہیں کی، اگر معراج متعدد ہوتے تو ضرور نبی اکرمﷺ اپنی امت کو اس کی خبر دیتے اور لوگ (راوی) بھی اسے تکرار کے ساتھ بیان کرتے۔

اس کے بعد علامہ شامی علیہ الرحمہ نے واقعہ معراج ترتیب سے بیان کیا ہے، جو سیرت شامیہ کے جزو ثالث میں صفحہ نمبر ۷۹ سے ۹۵ تک مذکور ہے ،جس میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے عجائبات، امامت انبیاء، آسمان اول سے سدرۃ المنتہیٰ "وما ورآء ذالك" جنت ودوزخ کے مشاہدات تک مذکور ہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے واقعہ معراج کے بارے شبہات ڈالنے والے بدعقیدہ لوگوں کے دلائل ذکر کرنے کے بعدان کے جوابات نقل کیے ہیں اوراس سلسلے میں اپنے نظریات وافکار کو یوں واضح کیا ہے:

" اعلم ان الاسرآء برسول الله ﷺ لم یخالف فی وقوعه احد من ا لمسلمین و انما طعن اهل الزیغ بشبه باطلة (...) وانا مورد تلك الشبه ثم اتبعها بالرد "۔ (۹۸)

رسول اللہ ﷺ کا معراج یقیناً ایسا واقعہ ہے کہ مسلمانوں میں اس کا کوئی بھی مخالف نہیں۔جبکہ اس میں اہل زیغ (فرقِ باطلہ) نے شبہات کے ساتھ طعن کیا ہے۔ان شبہات کے ذکر کے بعد، میں اس کے جوابات دوں گا۔

منکرین معراج کے مختلف اشکالات کے جوابات دینے کے بعد لکھتے ہیں کہ اگر جسمِ کثیف کا صعود مستبعد ہے تو پھر جسمِ لطیف روحانی کا عرش سے مرکز عالم کی طرف نزول بھی عقل سے ماوراء ہوگا۔

" فان کان القول بمعراج النبی ﷺ فی ا للیلة ا لواحدة ممتنعا کان القول بنزول جبریل علیه السلام من العرش الی مکة فی اللحظة الواحدة ممتنعا کذالك"۔ (۹۹)

اگر نبی کریم ﷺ کے معراج کی بات ایک رات میں ناممکن ہے تو عرش سے مکہ کی طرف ایک لمحہ میں نزولِ جبریل کی بات بھی ناممکن ہے۔

امام شامی سفرِ معراج کے بیداری کے عالم میں وقوع پذیر ہونے کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کو ابن کثیر، ابن حزم اور حافظ ابن حجر کے حوالے سے اس طرح بیان کرتے ہیں:

" ویحصل به الاتفاق بان الاسرآء کان فی الیقظة بعد البعثة وقبل الهجرة "۔ (۱۰۰)

اس بات پر اتفاق ہے کہ سفرِ معراج بعثت کے بعد اور ہجرت سے پہلے بیداری کی حالت میں تھا۔

منکرینِ معراج کے بارے میں اپنی فکران الفاظ میں واضح کرتے ہیں:

"لایتوهم بما تسمعه فی قصة المعراج من الصعود وا لهبوط ان بین العبد وربّه مسافة ، فان ذالك كفر ، نعوذ بالله من ذالك" ۔ (۱۰۱)

سامع کو قصۂ معراج میں عروج ونزول کی بات وہم (شبہ) میں نہ ڈالے کہ بندے اور رب کے مابین مسافتِ (بعیدہ) ہے، بے شک یہ بات کفر ہے، ہم اس سے اللہ کی پناہ طلب کرتے ہیں۔

(۷) رؤیت باری تعالیٰ:

اہل سنت کے عقیدے کے مطابق دنیاوآخرت میں دیدارِالٰہی ممکنات میں سے ہے، اگر ناممکن ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام ﴿رب ارنی انظر الیک﴾ (۱۰۲) سے اس کی طلب نہ کرتے۔

" فلو لا تکن ممکنة لکان طلبها جهلا بما یجوز فی ذات الله وما لا یجوز اوسفها وعبثا وطلبا للمحال والانبیاء منز هون عن ذالك "۔ (۱۰۳)

پس اگر یہ (رؤیت باری تعالیٰ) ممکن نہ ہوتو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اسے طلب کرنا، اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق جائز وناجائز کے بارے میں جہل پرمبنی ہوگا یا سفاہت وعبث اور طلب محال پرمبنی ہوگا۔ حالانکہ انبیاء اس سے پاک ہیں

"قال اهل السنة وا لجماعة الرؤیة علی الله تعالیٰ جائزة وقالت المعتزلة والجهمیة و الیهود بانها لا تجوز " ۔ (۱۰۴)

اہل سنت نے رؤیت باری تعالیٰ کو جائز کہا ہے، جبکہ معتزلہ، جہمیہ اور یہود اسے جائز نہیں کہتے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کی فکر اس مسئلہ میں بھی اہل سنت کے موافق ہے۔ اس سلسلے میں اپنے موقف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اعلم ان الصواب ا لذی علیه اهل ا لحق ان رؤیة الله سبحانه وتعالیٰ ممکنة غیر مستحیلة عقلا واجمعوا ایضا علی وقوعها فی الآخرة ، وان المؤمنین یرون الله تعالیٰ ،وزعمت طوائف من اهل البدع ان

الله تعالیٰ لا یراہ احد من خلقه وان رؤیته مستحیلة عقلا ۔ و هذا الذی قالوه خطأ صریح و جهل قبیح "۔ (۱۰۵)

یقیناً وہی درست ہے جس پر اہل حق ہیں بے شک رؤیت باری تعالیٰ ممکن ہے ،عقلاً غیر محال نہیں ۔نیز آخرت میں اس کے وقوع پر اتفاق ہے ۔یقیناً اہل ایمان اللہ پاک کی زیارت کریں گے ۔طائفۂ اہل بدعت کا گمان ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ اسے دیکھنا عقلاً محال ہے ۔ان کا یہ کہنا صریحاً خطا اور جہل پر مبنی ہے

علامہ شامی، دنیا میں دیدارِ الٰہی کے ممکن ہونے کے بارے میں اپنے فکر کا اظہار یوں کرتے ہیں:

" واما رؤیة الله تعالیٰ فی الدنیا فممکنة عقلا وسمعا "۔ (۱۰۶)

دنیا میں دیدارِ خداوندی عقلی و نقلی اعتبار سے ممکن ہے۔

(vi) المسح علی الخفین :

چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا اہل سنت کے عقیدے میں جائز ہے ۔قرآن مجید کے حکم پر یہ تجاوز حدیثِ مشہور کی وجہ سے جائز ہے ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کے بارے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات کی اجازت فرمائی ہے ۔(۱۰۷)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر (۷۰) صحابہ کرام علیہم الرضوان کو پایا جو موزوں پر مسح کو جائز قرار دیتے تھے ۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب تک روزِ روشن کی طرح مجھ پر واضح نہیں ہوا، میں نے موزوں پر مسح کرنے کا حکم نہیں لگایا ۔امام ''کرخی'' فرماتے ہیں کہ موزوں پر مسح جائز نہ سمجھنے والے پر مجھے کفر کا اندیشہ ہے، کیونکہ اس بارے میں آثار حدِ تواتر تک منقول ہیں ۔(۱۰۸)

اس کے بعد علامہ تفتازانی لکھتے ہیں۔

"من لا یری المسح علی الخفین فهو من اهل البدعة حتیٰ سئل انس بن مالك رضی الله تعالیٰ عنه عن أهل السنة والجماعة فقال ان تحب

الشيخين ولا تطعن فى الختنين وتمسح على الخفين "۔ (۱۰۹)

جوشخص موزوں پرمسح کو جائز نہیں سمجھتا وہ بدعتی ہے۔حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے اہل سنت والجماعت کے (عقائد سے) متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''شیخین (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) سے محبت کرنا، دونوں دامادوں (عثمان وعلی رضی اللہ عنہما) پر طعن نہ کرنا اور موزوں پر مسح کرنا۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ کا انداز فکر اس مسئلہ میں بھی اہل سنت کے موافق نظر آتا ہے۔آپ نے اپنی سیرت شامیہ کے جزو ثامن (آٹھویں) میں ایک باب کا عنوان'' فی مسحه ﷺ علی ا لخف و الجبائر '' قائم کیا ہے اور اسے چند انواع میں منقسم کیا ہے۔لکھتے ہیں:

" الاول : فی ان النبی ﷺ مسح علی الخفین خلافا للمبتدعة"۔(۱۱۰)

پہلی نوع اس مسئلہ میں کہ بے شک نبی کریم ﷺ نے موزوں پر مسح فرمایا ہے جبکہ اہل بدعت اس میں اختلاف کرتے ہیں۔

اس نوع کے ماتحت موزوں پر مسح کے جواز سے متعلق اٹھارہ احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" والاحاديث فی هذا الباب كثيرة جدا ، وفيما ذكر كفاية" ۔ (۱۱۱)

اس سلسلے میں احادیث بہت زیادہ ہیں، جو ذکر کر دی گئیں وہی کافی ہیں۔

(vii) فقہی اندازِ فکر:

امام شامی علیہ الرحمہ مجتہدانہ بصیرت کے مالک بھی ہیں۔ان کی سیرت شامیہ میں کہیں کہیں مجتہدانہ اندازِ فکر کی جھلک بھی ملتی ہے، جہاں وہ احادیث سے مسائل کا استنباط کرتے نظر آتے ہیں۔مثلاً اپنی سیرت کے جزو ثامن میں رسول اللہ ﷺ کے وضو کی کیفیت سے متعلق صفحہ تینتالیس (۴۳) سے صفحہ پینتالیس (۴۵) تک گیارہ احادیث لاتے ہیں۔جن میں سر کے مسح کے بارے ایک مرتبہ سے تین مرتبہ کے اقوال منقول ہیں۔صفحہ پچاس پر تنبیہات کے ماتحت تعدد مسح پر مزید بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" قال ابن القیم : والصحیح انه ﷺ لم یکرر مسح راسه "۔

ابن قیم کہتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے سر کے مسح میں تکرار نہیں کیا۔

علامہ شامی، ابن قیم کی اس وضاحت پر تعقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوداؤد میں دو طرق سے حدیث مروی ہے ایک حدیث جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا۔ دوسری حدیث جو حضرت ربیع بنت معوذ سے ہے کہ آپ نے دو مرتبہ اپنے سر کا مسح کیا۔

علماء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ راویوں کا اختلاف مسح کے متعدد ہونے پر محمول ہے۔ لہذا ایک مرتبہ مسح والی روائت مسح کے متعدد ہونے کے منع پر دلیل نہیں بن سکتی۔ ان دلائل کے بعد لکھتے ہیں:

"و یحتج للتعدد با لقیاس علی ا لمغسول ، لان ا لوضوء طھارۃ حکمیۃ لا فرق فی ا لطھارۃ الحکمیۃ بین الغسل والمسح "۔ (۱۱۲)

(وضو میں) دھلنے والے اعضاء پر قیاس کرتے ہوئے (مسح کے) متعدد ہونے کی دلیل قائم کی جاسکتی ہے، کیونکہ وضو طہارت حکمی ہے۔ طہارتِ حکمی میں غسل اور مسح کے مابین کوئی فرق نہیں۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ قیاس اور احادیث کے حوالے سے تین مرتبہ مسح کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

12 تالیفات

امام شامی علیہ الرحمہ کی متعدد فنون میں تالیفات ہیں ، جو ان کے علمی تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔ ذیل میں حروف تہجی کی ترتیب سے ان کتب کا ذکر کیا جائے گا جو "شذرات الذھب" جلد سابع کے صفحہ (۱۵۱) پر ابن العماد حنبلی نے، کتاب "ازواج النبی" کے مقدمہ میں صفحہ (۱۱۔۱۳) پر محمد بن نظام الدین الفقیح نے اور "سبل الہدی والرشاد" جلد اول کے مقدمہ میں صفحہ (۳۹۔۴۰) پر الشیخ عادل احمد عبدالموجود اور الشیخ علی محمد معوض نے درج کیں ہیں۔

① الآیات العظیمۃ الباھرۃ فی معراج سید اھل الدنیا والآخرۃ

عبدالحی الکتانی نے اس کتاب کے بارے نقل کیا ہے۔

" رتبه علی سبعة ابواب" ۔ (۱۱۳)

انہوں نے اس کتاب کو سات ابواب پر مرتب کیا۔

حاجی خلیفہ نے اس کا تعارف یوں پیش کیا ہے:

" فانه لما فرغ اقتضب منه قصة المعراج فی کتاب تبیان الآیات العظیمة، اوله الحمد لله الذی رفع سید خلقه... الخ ، رتب علی سبعة عشر بابا ... " (۱۱۴)

(امام شامی) جب اپنی کتاب "سبل الهدی و الرشاد..." سے فارغ ہوئے تو اس سے قصۂ معراج کو الگ کتاب کی صورت میں ترتیب دیا جس کی ابتدا " الحمدلله رفع سید خلقه..." سے ہوتی ہے اور اسے سترہ ابواب پر مرتب کیا۔ صاحب " کشف الظنون " کے اس قول کی تائید، علامہ محمد بن جعفر الکتانی نے یوں کی ہے:

" ... رتبه علی سبعة عشر بابا..." (۱۱۵)

انہوں نے اسے سترہ ابواب پر ترتیب دیا۔

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے صراحت کی ہے کہ اس کا مخطوطہ " ظاهریه" میں سیرت کے عنوان کے تحت (۱/۳۸) موجود ہے۔ (۱۱۶)

② اتحاف الاریب بخلاصة الأعاریب

③ الاتحاف بتمییز ماتبع فیه البیضاوی وصاحب الکشاف عادل نویهض نے علامہ خیرالدین الزرکلی کے حوالے سے امام شامی کی اس تصنیف کے بارے لکھا ہے:

" و هو رسا لة رأیت نسخة منها فی خزانة ا لرباط ، کتب علیها تا لیف ا لشریف ابن حمزة الارمیونی" ۔ (۱۱۷)

یہ ایک رسالہ ہے، جس کا ایک نسخہ میں نے رباط کے خزانہ میں دیکھا، جس پر لکھا تھا (کہ یہ) سید ابن حمزہ الارمیونی کی تالیف ہے۔

جبکہ الزرکلی کی تالیف کے حاشیے میں لکھا ہے:

" ان کتابه (الاتحاف) نسبه بعضهم الى محمد بن على الداودى المتوفیٰ سنة ٩٤٥ والراجح انه لصاحب الترجمة" ۔ (۱۱۸)

بے شک ان (امام شامی) کی کتاب "الاتحاف" کی نسبت بعض نے محمد بن علی الداودی (م ۹۴۵ھ) کی طرف کی ہے۔ حالانکہ راجح بات یہ ہے کہ صاحب ترجمہ کی ہی تالیف ہے۔

صاحب کشف الظنون نے بھی" الاتحاف " امام شامی کی تالیف بتائی ہے۔(۱۱۹)

④ اتحاف الراغب الواعى فى ترجمة ابى عمر و الاوزاعى

⑤ تفصيل الا ستعاذة فى بيان كلمتى الشهادة

علامہ ابن العماد حنبلی نے "الاستعاذہ" کے بجائے" الاستفادہ" کا لفظ تحریر کیا ہے۔(۱۲۰)

⑥ الجامع الوجيز الخادم للغات القرآن العزيز

سیرت شامیہ میں، حضور ﷺ کے اسماء گرامی کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

" الم ،المر ،المص ذكرها (د): (لابن دحية) والمشهورأنها من اسماء الله تعا لىٰ فان صح ما قاله كانت مما سماه الله تعالىٰ به من اسمائه وقد بسطت الكلام على ذالك فى كتاب (القول الجامع الوجيز الخادم للقرآن العزيز" ۔(۱۲۱)

اغلب یہ ہے کہ امام شامی کی یہ تالیف حروفِ مقطعات سے متعلق اقوال وتشریحات پر مشتمل ہے۔ ان کا ہی ایک قول اس مفہوم کو واضح کررہا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

" طٰهٰ " ..." و قيل : انه من اسماء الله تعا لىٰ وقد اشبعت الكلام على

هذه الاسماء الواقعة فی اوائل السور فی کتابی : القول الجامع الوجیز الخادم للقرآن العزیز " ۔ (۱۲۲)

⑦ الجواهر النفائس فی تحبیر کتاب العرائس

اس کتاب میں امام شامی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب میں آنے والے انبیاء کرام علیہم السلام کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ باقی انبیاء کرام علیہم السلام کا تعارف بھی دیا گیا ہے۔ اس کتاب کے تعارف میں آپ خود یوں رقم طراز ہیں:

" و قد بسطت ا لکلا م علی الانبیاء ا لمذکورین فی النسب الشریف مع تراجم بقیة الانبیاء فی کتاب " الجواهر النفائس فی تحبیر کتاب العرائس" اعان اللّٰه علی اکماله وتحریره" ۔ (۱۲۳)

⑧ رفع القدر ومجموع الفتوة فی شرح الصدر وخاتم النبوة

اس کتاب کے نام سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں نبی اکرم ﷺ کے جود وسخا، عفوودرگزر جیسے اخلاق فاضلہ اور آپ کی ختم نبوت کے عنوانات پر قلم اٹھایا گیا ہوگا۔

⑨ سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیرالعباد

⑩ شرح الآجرو میة فی النحو

ابن العماد نے اس کا تلفظ ہمزہ کے بغیر "شرح الجرومیة" لکھا ہے۔(۱۲۴)

⑪ عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفة النعمان

امام شامی علیہ الرحمہ کی یہ کتاب ۴۱۲ صفحات پر مشتمل ہے، جو ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء میں پہلی مرتبہ "مطبعہ معارف شرقیہ" (جے ایم پرنٹنگ پریس) چھتہ بازار حیدر آباد (ہندوستان) سے شائع ہوئی۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ سلفیہ (لاہور) میں موجود ہے

یہ کتاب آپ نے ان کتابوں کے رد میں دفاعی انداز میں لکھی جن میں امام موصوف کو ہدفِ طعن بنایا گیا اس کی تلخیص

امام ابن حجر احمد بن حجر المکی الھیثمی نے ”الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان“ کے نام سے کی ہے۔ یہ کتاب مقدمہ، چھبیس ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں چھ فصول ہیں۔ امام شامی اپنی اس تالیف سے ۹۳۹ھ میں فارغ ہوئے۔ اس کا تذکرہ عقود الجمان کے آخر میں آپ نے خود کیا ہے۔

"فرغت من تالیفه فی آخر شهر ربیع الاول سنة تسع وثلاثین وتسعمأة"۔ (۱۲۵)

(12) عین الاصابة فی معرفة الصحابة

(13) الفتح الرحمانی فی شرح أبیات الجرجانی

اس میں علامہ جرجانی کے علم کلام کے موضوع پر لکھے گئے اشعار کی امام شامی نے شرح کی ہے۔

(14) الفضل الفائق فی معراج خیر الخلائق

یہ کتاب امام شامی کی تالیفات میں سے پہلے نمبر پر بیان شدہ کتاب کا اضافہ شدہ الحاقی حصہ ہے، جسے الگ کتاب کی صورت میں ترتیب دیا گیا ہے۔ حاجی خلیفہ اس کے بارے لکھتے ہیں:

"... ثم ظفر باشیاء فالحقها وسماه: الفضل الفائق"۔ (۱۲۶)

پھر انہوں نے (قصۂ معراج پر) مزید اشیاء (علمی مواد) پائیں تو اس کتاب (الآیات الباهرة) کے ساتھ شامل کر دیں اور اس کا نام ”الفضل الفائق“ رکھا۔

حاجی خلیفہ کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ معراج سے متعلق پہلی کتاب پر یہ مواد مزید اضافہ تھا۔ مگر جب ”شذرات الذهب“ کے سیاق وسباق کو دیکھا جاتا ہے تو الآیات البینات، الآیات العظیمة کی تلخیص محسوس ہوتی ہے۔ ابن العماد کی عبارت کچھ یوں ہے:

"و له من المؤلفات (...) و الآیات العظیمة الباهرة فی معراج سید اهل الدنیا و الآخرة و مختصره المسمیٰ بالآیات البینات فی معراج سید اهل الارض والسماوات"۔ (۱۲۷)

اس کا ایک نسخہ مخطوط کی صورت میں "دار الکتب المصریہ" شعبہ ادب میں (۲۲۰۶۲) نمبر پر موجود ہے۔

امام شامی علیہ الرحمہ نے ان دونوں کتابوں کی وضاحت اپنی سیرت شامیہ میں ابواب معراج کے آغاز میں اس طرح کی ہے:

" قد كنت افردت كتابا حا فلا فی هذا ا لباب سميته : الآيات ا لبينات فی معراج سيد اهل الارض و ا لسماوات ، ثم ظفرت باشياء لم يتيسر ا لوقوف عليها اذ ذاك ، فجمعتٍ كتابا آخر سميته : " الفضل الفائق فی معراج خير الخلائق " فاجتمع فيه فوائد ونفائس لا توجد مجموعة الافيه ، فرأيت ان اذكر هنا خلا صة" ۔ (۱۲۹)

میں نے اس عنوان پر ایک مستقل ضخیم کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الآیات البینات فی معراج سید اهل الارض والسماوات" رکھا۔ پھر مجھے (مزید) چیزوں کے حصول میں کامیابی ہوئی، جن پر مطلع ہونا اس وقت آسان نہ تھا، پس میں نے ایک اور کتاب جمع کی جس کا نام ''الفضل الفائق فی معراج خیر الخلائق'' رکھا، جس میں ایسے فوائد و لطائف ہیں جو اس کے بغیر کسی اور مجموعہ میں موجود نہیں۔ میں نے یہاں (سیرتِ شامیہ میں) اس کا خلاصہ ذکر کرنا مناسب خیال کیا ہے۔

⑮ الفضل المبين عند فقد البنات والبنين (رسالہ)

خیرالدین الزرکلی اور اسماعیل باشا البغدادی نے اپنی تالیفات میں اس کتاب کا ذکر بدیں الفاظ کیا ہے:

" الفضل المبين فی الصبر عند فقد البنات والبنين " ۔ (۱۳۰)

یہ ایک مختصر رسالہ ہے۔

⑯ الفوائد المجموعة فی الاحاديث الموضوعة

اس کتاب میں شامی علیہ الرحمہ نے ان احادیث کے بارے میں اپنی تحقیقات وتشریحات کو شامل کیا ہے جن کے بارے بعض محدثین نے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے، نیز ان احادیث سے متعلقہ آئمہ ومحدثین سے مستفاد شدہ اقوال وفوائد کو جمع کیا ہے، جس کا ذکر آپ نے اپنی سیرت'' سبل الهدى والرشاد فی سيرة خيرا لعباد'' میں کیا ہے۔ مثلاً: نبی اکرم ﷺ کا اسم شریف ''دار الحكمة''، شیخ سیوطی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث:

"انا دار الحكمة و علی بابها" سے اخذ کیا ہے۔اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی ''مستدرک'' میں صحیح، جب کہ ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا ہے۔حافظ العلائی اور حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ صواب یہ ہے کہ یہ حسن ہے، نہ صحیح ہے نہ موضوع۔امام شامی لکھتے ہیں:

" وقد بسطت الكلام عليه فى كتاب (الفوائد المجموعة فى بيان الأحاديث الموضوعة)"۔(۱۳۱)

17 كشف اللبس فى رد الشمس

18 مرشد السالك الى الفية ابن مالك

19 مطلع النور فى فضل الطور وقمع المعتدى الكفور

بعض مآخذ میں" المعتدى "کے بجائے" المتعدى " مذکور ہے۔یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔(۱۳۲)

جرجی زیدان نے اس کتاب کے بارے لکھا ہے:

" الفه بمناسبة ما بلغه عن وجود جامع فى جبل الطور ۔ استولىٰ عليه الرهبان وسدوا بابه الاصلى ، وفتحوا اليه بابا من دير هم ۔ منه نسخة فى دارالكتب المصرية فى ٢٢ صفحة "۔(۱۳۳)

یہ (رسالہ) امام شامی نے اس خبر کی مناسبت سے لکھا جو انہیں جبل طور کی جامع مسجد کے بارے پہنچی۔جس پر (عیسائی) راہبوں نے قبضہ کر کے اس کے اصلی دروازے کو بند کر دیا اور اپنے گرجے سے اس کی طرف دروازہ کھول لیا۔اس کا ایک نسخہ بائیس صفحات پر مشتمل دارالكتب المصرية میں موجود ہے۔

20 النكت على الفية ابن مالك وعلى الشذور والكافية والشافية والتحفة

یہ وہ نکات ہیں جو آپ نے اپنے شیخ السیوطی علیہ الرحمہ سے اخذ کیے اور اس پر کچھ مزید اضافہ کیا۔

" اقتضبه من نكت شيخه السيوطى (...) وزاد عليه يسيرا "۔(۱۳۴)

21 النكت المهمات فى الكلام على الابناء والبنين والبنات

22 وجوب فتح همزة "أن" وكسرها وجواز الامرين

23 النكت البديعات على الموضوعات

علامہ شامی نے اپنی اس تالیف کا ذکر اپنی کتاب ''سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد'' جلد اول صفحہ نمبر ۲۵۸ پر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ ''ابن الجوزی'' کی تالیف ''الموضوعات'' پر حافظ ابن حجر العسقلانی م (۸۵۲ھ) نے شدید تعقب فرمایا ہے اور لکھا ہے:

" هذه غفلة شديدة من ابن الجوزى حيث حكم على هذا الحديث بالوضع و هو فى احد الصحيحين " ۔ (۱۳۵)

ابن الجوزی کی طرف سے یہ شدید غفلت ہے کہ وہ اس حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگاتے ہیں جو صحیحین میں سے کسی ایک میں موجود ہوتی ہے۔ علامہ شامی کہتے ہیں کہ میں ان موضوعات کی تلاش و جستجو میں فقط ابن حجر علیہ الرحمہ کی تالیف پر انحصار نہیں کیا۔

" و قد تتبعت انا منه جملة من الاحاديث ليست بموضوعة ، فمنها ما هو فى سنن ابى داؤد ،والترمذى ،والنسائى وابن ماجه ومستدرك الحاكم وغيرها من الكتب المعتمدة وبينت حال كل حديث منها ضعفا وحسنا وصحة فى تاليف حافل ، يسمىٰ : النكت البديعات على الموضوعات " ۔ (۱۳۶)

میں نے ان تمام احادیث کو تلاش کیا ہے جو موضوع نہیں، ان میں بعض سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم اور دیگر احادیث کی معتمد کتب میں موجود ہیں۔ میں نے ہر حدیث کے ضعیف، حسن اور صحیح ہونے کی حالت کو ضخیم کتاب، جس کا نام ''النکت البدیعات علی الموضوعات'' ہے، میں بیان کیا ہے۔ "تالیف حافل" کے الفاظ یہ ظاہر کررہے ہیں کہ یہ تالیف کوئی مختصر رسالہ نہیں بلکہ بڑی کتاب ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام شامی کی مذکورہ تصنیف (الفوائد المجموعة فى الاحاديث الموضوعة) کا ہی یہ دوسرا نام ہو۔ مگر کسی ترجمہ کی کتاب میں اس کا اظہار نہیں۔ اغلب یہ ہے کہ یہ دونوں تصانیف الگ الگ ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱ - جرجی زیدان، تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ:۲/۳۰۶

۲ - کحالۃ (عمر رضا) معجم المؤلفین:۱۲/۱۳۱

۳ - الفتیح (محمد نظام الدین) مقدمۃ کتاب ازواج النبی:۹

۴ - الزرکلی (خیر الدین) الاعلام:۷/۱۵۵/ عادل نویہض، معجم المفسرین:۲/۶۵۷

۵ - المنینی (احمد بن علی بن عمر بن صالح) م (۱۱۷۲ھ) الاعلام بفضائل الشام:۳، ۷۲،۷

۶- المنینی، م ن:۱۲۲

۷- الحموی (یاقوت بن عبداللہ) معجم البلدان:۳/۳۹۰، ۳۸۹

۸ - لوئس معلوف، م ن:۷۲۲

۹ - الفتیح، م ن:۹

۱۰ - الفتیح، م ن:۹

۱۱- احمد عطیۃ اللہ، القاموس الاسلامی:۴/۱۴۴

۱۲ - الکتانی (محمد بن جعفر) م (۱۳۴۵ھ) الرسالۃ المستطرفۃ:۱۲۶

۱۳- الفتیح، م ن:۹

۱۴- الکتانی (عبدالحی بن عبدالکبیر) فہرس الفہارس:۲/۱۰۶۲

۱۵- الفتیح، م ن:۱۰

۱۶- بدیع السید اللحام، م ن:۲۳۰

۱۷- محمد ابوالفضل ابراہیم، مقدمۃ بغیۃ الوعاۃ:۹

۱۸- بدیع السید اللحام ، الامام الحافظ جلال الدین الیسوطی وجهوده فی الحدیث و علومه:۲۳۵

۱۹- اردو دائرہ معارف اسلامیہ:۱۱/۵۳۷

۲۰ - بدیع السید اللحام، م ن:۲۰۴

۲۱ - الکتانی، فہرس الفہارس :۲/۱۰۶۲

۲۲- الشامی، الصالحی (محمد بن یوسف) م (۹۴۲ھ) سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد : ۲۵۱/۱

۲۳- الشامی، م ن: ۵۲۶/۱

۲۴- الشامی، م ن: ۳۹۳/۱

۲۵- ابن ایاس (محمد) م (۹۳۰ھ) بدائع الزہور فی وقائع الدہور: ۸۰/۲

۲۶- ابن ایاس، م ن: ۸۳/۲

۲۷- ابن ایاس، م ن: ۸۰/۲

۲۸- الزرکلی، م ن: ۱۵۵/۷

۲۹- جرجی زیدان، م ن: ۳۰۶/۲

۳۰- الکتانی، فہرس الفہارس: ۱۰۶۲/۲

۳۱- القاہرۃ :۸۹

۳۲- امیر برقوق کو امیر بیبقاء کے زمانے میں، اس وقت کا مشہور تاجر خواجہ (قراجا) عثمان بن مسافر حاصل کر کے لایا۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلے ابھرے ہوئے تھے، اسی لیے اسے برقوق عثمانی کہا جاتا ہے۔ دیکھیے: (العاصمی، عبدالملک بن حسین م (۹۰۲ھ) سمط النجوم العوالی: ۳۸/۴) اس سے ۷۶۴ھ میں امیر بیبقاء اتابک یلبغا عمری نے اسے خرید لیا اور پھر بعد میں آزاد کر دیا۔ اسی کے گھر میں تعلیم و تربیت حاصل کی، تیر اندازی اور ملک و سلطنت کے آداب و قواعد سیکھے۔ اس طرح اس کا خاندانی اکھڑ پن دور ہو گیا اور وہ امارات اور اعلیٰ عہدہ حاصل کرنے کے قابل بن گیا۔ دیکھیے: (ابن خلدون، عبدالرحمٰن، تاریخ ابن خلدون: ۲۷/۱۰) سلطان برقوق کو مصر کا والی بننے سے پہلے مختلف حادثات سے دوچار ہونا پڑا۔ مختلف عہدوں پر فائز رہا۔ آخر ۷۸۴ھ (۱۳۸۲ء) کو مصر کا حکمران بنا اور اپنے وفات (۸۰۱ھ) تک تخت سلطنت پر متمکن رہا۔ دیکھیے: (القاہرہ: ۱۸۰ (سلسلۃ المصریات ۱۹۹۹م)

امام سخاوی نے اس کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ شریعت کو پسند کرتا تھا۔ مسافر لوگ اور حرمین شریفین کے مقامات اس سے بہت منتفع ہوئے۔ وہ بہادر، ذہین اور امور مملکت میں ماہر تھا مگر مال کے جمع کرنے میں شدید طامع تھا، جس وجہ سے اس کی ولائت میں کچھ خرابی پیدا ہوگئی۔ نیز بلند آواز، بڑی داڑھی اور وسیع آنکھوں والا تھا۔ شہسوار اور تیر انداز تھا۔ فقراء (درویشوں) سے محبت کرتا اور ان کے ساتھ تواضع سے پیش آتا۔ خصوصاً جب بیمار ہوتا تو بہت صدقہ کرتا۔ دیکھیے: (السخاوی، الضوء اللامع: ۱۲/۳)

۳۳- القاہرۃ: ۱۸۱، ۱۸۰

۳۴- المقریزی،م ن:۲/۴۴۲

۳۵- المقریزی،م ن:۲/۲۴۵،۲۴۴

۳۶- المقریزی،م ن:۲/۲۴۵

۳۷- القاہرۃ:۱۸۱

۳۸- ابن خلدون،م ن:۱۰/۲۹

۳۹- فاطمی خلیفہ المعزلدین اللہ نے اپنی مصر آمد پر ایک بڑا محل تعمیر کرایا جو شرقی فصیل کے قریب تھا،اس لیے اسے قصر شرقی کہا جاتا تھا اور دوسرا محل اس سے غربی جانب تعمیر کرایا،اس لیے اسے قصر غربی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ان دونوں محلات کے مابین ایک وسیع قطعہ تھا جہاں پیدل اور سوار دس ہزار لشکر قیام کرتا تھا۔اس لیے اس قطعہ فضاء کو(مابین القصرین) کا نام دیا گیا۔دیکھیے: (المقریزی،م ن:۲/۹۷)

۴۰- الشعرانی(عبدالوہاب بن احمد)م(۹۷۳ھ)الطبقات الصغریٰ:۶۵

۴۱- الشعرانی،م ن:۶۵

۴۲- الفتح،م ن:۹

۴۳- الشعرانی،م ن:۵۶

۴۴- الہیثمی(احمد بن حجر)الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان : ۱۰

۴۵- الکتانی،فہرس الفہارس:۲/۱۰۶۲

۴۶- الکتانی،فہرس الفہارس:۲/۱۰۶۲

۴۷- الکتانی،الرسالۃ المستطرفۃ:۱۶۲،۱۲۵

۴۸- عادل نویہض،م ن:۲/۶۵۷

۴۹- کحالۃ،م ن:۱۲/۱۳۱

۵۰- احمد عطیۃ اللہ،م ن،۴/۱۴۵

۵۱- البغدادی،(اسماعیل پاشا)ہدیۃ العارفین:۳/۲۳۶

۵۲- عبدالقیوم،مقالہ السخاوی:اردو دائرہ معارف اسلامیہ:۱۰/۷۵۹

۵۳- السخاوی،م ن:۳/۱۲

۵۴- ابن خلدون، م ن: ۹/ ۱۰۷

۵۵- القاهرة: ۱۵۰

۵۶- القاهرة: ۱۵۰

۵۷- بدیع السید اللحام، م ن: ۵۸

۵۸ - المقریزی، م ن: ۲/ ۴۴۴

۵۹- الشعرانی، م ن: ۶۵

۶۰- القاہرۃ: ۱۹۲

۶۱- العاصمی، م ن: ۴/ ۳۹

۶۲- الشعرانی، م ن: ۶۶

۶۳ - الشعرانی، م ن: ۶۵

۶۴- النور: ۳۰

۶۵ - الشعرانی، م ن: ۶۶

۶۶ - الفرقان: ۶۴

۶۷- السجدۃ: ۱۶

۶۸- الشعرانی، م ن: ۶۶

۶۹ - الشعرانی، م ن: ۶۵

۷۰- الجمعۃ: ۵

۷۱- الہیثمی، م ن: ۱۰

۷۲- الشعرانی، م ن: ۶۵

۷۳- الشعرانی، م ن: ۶۵

۷۴- الشعرانی، م ن: ۶۵

۷۵- الفتیح، م ن: ۱۳

۷۶- ابن العماد (عبد الحی) م (۱۰۸۹ ھ) شذرات الذهب فی اخبار من ذهب: ۷/ ۲۵۰

٧٧- حاجی خلیفة، م ن: ۲۰۴
٧٨- الفتیح، م ن: ۱۳
٧٩- البغدادی، م ن: ۲/ ۲۳۶
٨٠- الفتیح، م ن: ۱۶
٨١ - الشامی، م ن: ۱/ ۲۵۰
٨٢- تفتازانی (سعدالدین) شرح العقائد النسفیة : ۱۱۵، ۱۱۴
٨٣- الشامی، م ن: ۱۲/ ۴۵۹
٨٤- الشامی، م ن: ۱۲/ ۴۶۴
٨٥- تفتازانی، م ن: ۱۰۰
٨٦- الشامی، م ن: ۱۰/ ۱۱
٨٧- الشامی، م ن: ۱۰/ ۱۱
٨٨ - تفتازانی، م ن: ۱۰۱
٨٩- الشامی، م ن: ۱۲/ ۴۵۲
٩٠ - السالمی ،ابو شکور (محمد بن عبد السعید) تمید ابو شکور السالمی : ۱۲۵
٩١- السالمی ، م ن: ۱۲۵
٩٢ - تفتازانی، م ن: ۱۴۳
٩٣ - تفتازانی، م ن: ۱۴۳
٩٤- السالمی، م ن: ۱۲۷
٩٥- الشامی، م ن: ۳/ ۷۹
٩٦- الشامی، م ن: ۳/ ۷۹
٩٧- الشامی، م ن: ۳/ ۷۹
٩٨- الشامی، م ن: ۳/ ۷۴
٩٩- الشامی، م ن: ۳/ ۵۷

۱۰۰- الشامی، م ن:۳/۶۴

۱۰۱- الشامی، م ن:۳/۱۱۶

۱۰۲- الاعراف : ۱۴۳

۱۰۳ - تفتازانی، م ن:۲:۷

۱۰۴- السالمی، م ن :۱۴۳

۱۰۵- الشامی، م ن :۳/۵۵

۱۰۶- الشامی، م ن :۳/۵۵

۱۰۷- تفتازانی، م ن :۱۶۳

۱۰۸ - تفتازانی، م ن :۱۶۴

۱۰۹- تفتازانی، م ن :۱۶۴

۱۱۰- الشامی، م ن :۸/۵۴

۱۱۱- الشامی، م ن :۸/۵۶

۱۱۲- الشامی، م ن :۸/۵۰

۱۱۳- الکتانی، م ن :۲/۱۰۶۲

۱۱۴- حاجی خلیفۃ، م ن:۲۰۴

۱۱۵ - الکتانی، الرسالۃ المستطرفۃ : ۱۶۲

۱۱۶- المنجد، م ن:۸:۷

۱۱۷- عادل نویہض :۲/ ۶۵۷

۱۱۸- الزرکلی، م ن:۷/ ۱۵۵

۱۱۹- حاجی خلیفہ، م ن: ۷

۱۲۰ - ابن العماد، م ن:۷/ ۲۵۱

۱۲۱ - الشامی، م ن: ۱/ ۴۳۳

۱۲۲- الشامی، م ن: ۱/ ۴۸۵

۱۲۳- الشامی، م ن: ۱/ ۳۲۲

۱۲۴- ابن العماد، م ن: ۷/۲۵۱

۱۲۵- الشامی (محمد بن یوسف) عقود الجمان : ۴۱۲

۱۲۶- حاجی خلیفہ، م ن: ۲۰۴

۱۲۷- ابن العماد، م ن: ۷/۲۵۱

۱۲۸- المنجد، م ن: ۸۷

۱۲۹- الشامی، م ن: ۳/۳

۱۳۰- الزرکلی، م ن: ۷/۱۵۵/ البغدادی، م ن: ۲/۲۳۶

۱۳۱- الشامی، م ن: ۱/۴۵۸

۱۳۲- التفتیح، م ن: ۱۳

۱۳۳- جرجی زیدان، م ن: ۲/۳۰۷

۱۳۴- ابن العماد، م ن: ۷/۲۵۱

۱۳۵- الشامی، م ن: ۱/۲۵۸

۱۳۶- الشامی، م ن: ۱/۲۵۸